



# قصہ دل

عروہ کرامت

# قفسِ دل



از قلم عروہ کرامت

All Rights Reserved

**Copyright:** Urwa Karamat (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](http://safareadab.com)

[khanumaira@safareadab.com](mailto:khanumaira@safareadab.com)

[adab@safareadab.com](mailto:adab@safareadab.com)

---

**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

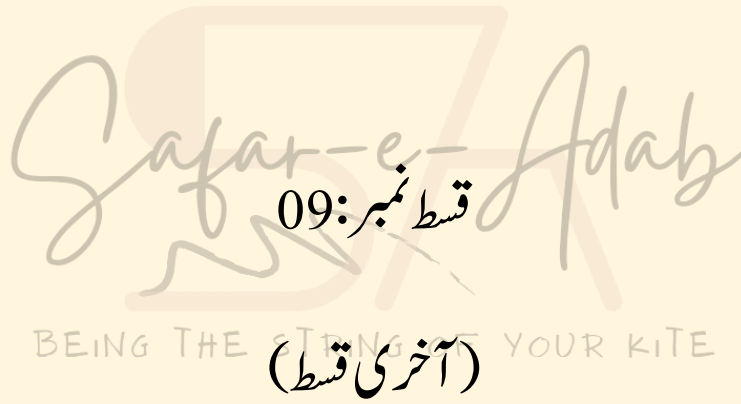
## ضروری بات

قفسِ دل کے تمام جملہ حقوق لکھاری "عروہ کرامت" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔







نیلے اور سفید امتزاج میں بنا اسلام آباد کے روپوش علاقے میں ان کا اپارٹمنٹ واقع تھا۔ وہ دونوں ابھی تھوڑی دیر پہلے سوات سے واپس آئے تھے، زریاب آنکھیں موندے صوفے پہ پڑا تھا۔ زنجبیل کچن میں چائے کا پانی چڑھائے کھڑی تھی۔ چائے کی پتی کی بھنی بھنی خوشبو سارے میں پھیل رہی تھی، پانچ منٹ بعد چائے کے دو بھاپ اڑاتے کپ میز پہ دھرے تھے۔ وہ اپنا کپ لیتی ہوئی صوفے پہ بیٹھ چکی تھی۔

"شکریہ۔" زریاب نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسے محبت سے دیکھا تھا۔ زنجبیل مسکرائی تھی۔

"تمہارا اپارٹمنٹ کافی خالی خالی ہے۔" زنجبیل نے ارد گرد جائزہ لیتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"پہلے خالی لگتا تھا، اب نہیں لگ رہا۔" اس کی نظروں کا مرکز وہ بھورے بالوں والی لڑکی تھی، جس کے بال چہرے کے اطراف میں جھول رہے تھے۔ وہ اس کی بات کا مطلب سمجھتی ہوئی جھنپی تھی۔

"میں کل علوینہ کے ساتھ جاؤں گی اور چیزیں لے کر آؤں گی۔" زنجبیل نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے اسے بتایا۔

"ٹھیک ہے جاناں آپ جو مرضی کریں۔" وہ خالی کپ میز پہ رکھتا ہوا چلا گیا تھا۔ زنجبیل اس کے لفظوں پہ شل سی اسے دیکھے جارہی تھی۔ چیزیں سمیٹنے کے بعد وہ بھی کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی تھی۔ رات کو ان دونوں کی آنکھ کھلی تھی۔ زریاب نے باہر سے ہی کھانا آرڈر کر لیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں شادی کی تصویریں دیکھتے ہوئے ہنس رہے تھے۔ زندگی یکدم ہی حسین ہو گئی تھی، یا زندگی ہوتی ہی حسین ہے بس ہمسفر اچھا ہونا چاہیے۔

سیاہ لباس میں ملبوس وہ ڈوپٹہ گلے میں سٹالر کی شکل میں لپیٹے گھر میں داخل ہوئی تھی جب اس کے کانوں سے ہنسنے کی آوازیں ٹکرائی تھیں۔ وہ حیران ہوتی ہوئی اندر داخل ہوئی جہاں پہ زنجبیل نارنجی کام والے لباس میں ملبوس بیٹھی رومانہ بیگم کے ساتھ کسی بات پہ ہنس رہی تھی۔

"اسلام علیکم" علوینہ نے اپنا بیگ اور لیپ ٹاپ صوفے پہ رکھا۔ زنجبیل خوشی سے اس کی جانب بڑھی اور گلے ملی۔

"کیسی ہو تم یارا؟ میں نے تمہیں بہت مس کیا۔" زنجبیل نے اس کے گلے میں ہاتھیں ڈالتے ہوئے بولا۔ جس پہ علوینہ ہنستی ہوئی اس سے الگ ہوتی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں پورا ٹرپ تو تم میرے ساتھ رابطے میں تھی۔" علوینہ اس کو گھورتی ہوئی صوفے میں دھنس گئی۔

"لیکن ساتھ تو نہیں تھی نہ۔" زنجبیل نے منہ بنایا۔

"بعد میں پوچھتی ہوں تم سے۔" علوینہ نے چہرے پہ مسکراہٹ برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"زنجبیل آپ زریاب کو ساتھ نہیں لائیں؟" رومانہ کیانی نے کہ واپس میز پہ رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔

"وہ آفس میں بزی تھے زرا اس لیے میں خود ہی آگئی۔ مجھے علوینہ کے ساتھ مارکیٹ جانا تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ جبکہ علوینہ نے اسے مارکیٹ جانے کے نام پہ گھورا تھا۔ زنجبیل اس کے ساتھ اوپر والے پورشن میں چلی گئی۔ علوینہ فریش ہو کر نکلی تھی۔ جینز پہ وائٹ کرتا پہنے گلے میں فلورل سکارف باندھے، بیگ کندھے پہ ڈالے وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار تھی۔

زنجبیل نے گاڑی کی چابی اس کی جانب اچھالی جسے اس نے مہارت سے کیچ کیا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ قریبی مارکیٹ پہنچ چکی تھی۔ گھر کا ضروری سامان لینے کے بعد وہ دونوں بے مقصد گاڑی کو گھما رہی تھیں۔

"علوینہ گول گپے کھانے چلتے ہیں۔" زنجبیل نے ایکسائڈ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"چل ٹھیک ہے۔" اس نے گول گپوں والی دکان کے سامنے گاڑی کھڑی کی تھی۔ اور آرڈر دیا تھا۔ اب وہ دونوں گاڑی کے بونٹ پہ پلیٹس رکھے کھانے میں مصروف تھیں۔

"یار میرے کانوں سے دھواں نکل رہا ہے۔" زنجبیل نے ہاتھ جھلاتے ہوئے علوینہ کو دیکھا جو سکون سے اس کے تماشے دیکھ رہی تھی۔

"تو تمہیں کون کہہ رہا تھا کہ مرچی بھی کھا جاو اس کے ساتھ۔" علوینہ نے منہ میں گول گپے رکھتے ہوئے اس کو دیکھا۔

"وہ تم نے میرے منہ میں ڈالا تھا بدتمیز۔" زنجبیل کو فوراً ہی سمجھ آگئی تھی کہ علوینہ نے کیا کیا ہے۔ وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ اس وقت وہ دونوں پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد وہ دونوں اب کالونی کے سنسان پارک میں آئی تھیں۔ جہاں پہ صرف چند لوگ موجود تھے۔ اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اور وہ دونوں پاگلوں کی طرح جھولے لے رہی تھیں۔

"کتنے عرصے بعد مزہ آیا ہے۔" علوینہ نے جھولا جھولتے ہوئے زنجبیل کو دیکھا۔ جو اس کے ساتھ والے جھولے پہ ہی بیٹھی تھی۔

"ہاں، ہم اپنی زندگی کو خود ہی مشکل بنا لیتے ہیں۔ زندگی جتنی سادی رکھو اتنی ہی اچھی ہوتی ہے۔" زنجبیل نے مسکراتے ہوئے اپنی دوست کی جانب دیکھا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ خیر تم بتاؤ شادی کے بعد زندگی کیسی جارہی ہے؟"

"اچھی جارہی ہے میں خوش ہوں کہ میں نے اچھے انسان کا انتخاب کیا۔" زنجبیل نے آسمان کو دیکھتے ہوئے بولا

"ہم۔ پہلے تو تم مان نہیں رہی تھی اور اب اپنے بلش دیکھو۔" علوینہ نے اس کو چھیڑا تھا۔

"بکو اس نہیں کرو وینو۔" زنجبیل اس پہ چیختی تھی۔

"اور کیا کہہ رہی تھی، وہ زرا آفس میں بزی تھے۔" علوینہ نے تھے پہ اچھا خاصا زور دیا تھا۔ زنجبیل چیختی تھی۔

"ہنہ لو برڈز۔۔۔" علوینہ نے اس کو پھر سے چھیڑا تھا۔ جس پہ زنجبیل چیختی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ علوینہ نے اس کو بھگا بھگا کہ پاگل کر دیا تھا۔ علوینہ کو گھر چھوڑنے کے بعد وہ گھر واپس گئی تھی۔ سامان لاونج میں رکھنے کے بعد وہ سکون سے اپنے کمرے میں لیٹ گئی تھی۔

کچن کی لائنس آن تھیں، روشنی ریگتی ہوئی لاونج میں بھی آرہی تھی۔ علوینہ بغیر آہٹ کیے اس کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ ریڈ ہاف سیلو شرٹ سے اس کے بازو جھلک رہے تھے۔ ہاتھ مہارت سے کافی پھینٹ رہے تھے۔ وہ آرام سے اس کے ہاتھوں کی حرکت دیکھ رہی تھی۔

"کافی پیو گی وینہ؟" اس نے بغیر مڑے ہی اس سے پوچھا تھا، جس پہ وہ چونکی تھی۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ میں ہوں؟" علوینہ حیرت سے کہتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔

"مجھے تمہاری خوشبو آجاتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا، جس پہ وہ مسکرائی۔

"آہاں۔۔ انٹر سٹنگ۔" اس نے سر اٹھنے کے انداز میں اسے دیکھا۔ اور اس کے سامنے ہی کاؤنٹر پہ بیٹھ گئی۔ عقیف کپ تھامتا ہوا شیف کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"شادی کا کیا پلین ہے پھر؟" اس نے کافی کا سپ لیتے ہوئے سرسری سے انداز میں پوچھا تھا۔ علوینہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مجھے کیا پتہ یہ تو گھر والوں کو پتہ ہو گا نہ۔" اس نے کپ کے کنارے پہ انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔

"اچھا میں دادو سے بات کرتا ہوں کہ وہ ڈیٹ فکس کریں اب بھئی۔" اس نے عجیب سے منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے کیا اعتراض ہو گا۔" اس نے گھونٹ بھرتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"میں چاہتی ہوں کہ ہم فنکشن چھوٹا کریں جس پہ صرف فیملی اور فرینڈز ہوں۔" علوینہ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

"اوکے نو پر ابلیم ریسیپشن تو اسلام آباد میں ہو گا۔ اس پہ سب لوگوں کو انوائٹ کر لیں گے۔" عقیف نے مسکراتے ہوئے کہا تھا، جس پہ وہ دیکھ کر مسکرائی تھی، وہ کتنا صلح جو تھا۔ ہر بات آرام سے مان لیتا تھا۔

"تم اتنے اچھے کیوں ہو؟" علوینہ نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیونکہ میں آپ کا ہونے والا شوہر ہوں۔" وہ سر پیچھے پھینک کر ہنستا ہوا بولا تھا، علوینہ کا قہقہہ گونجا تھا۔ کافی پینے کے بعد وہ دونوں آفس کا کام کرنے میں مصروف تھے۔ علوینہ بار بار اس کی کسی بات پہ ہنستی جارہی تھی، کام کرنے سے زیادہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

تمہیں خبر ہے تمہارے ہونے سے

اجاڑ رستوں پہ پھول کھلتے ہیں

عفیف اس کے چہرے کو تکتا جا رہا تھا اور وہ مسلسل اسے اپنی اور زنجبیل کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ بولتی جاتی تھی اور وہ سنتا جاتا تھا۔

Safar-e-Adab

مارچ کے درمیان میں بھی اسلام آباد کا موسم خوشگوار تھا۔ لان میں موجود میز پر چائے اور دیگر لوازمات رکھے گئے تھے۔ رومانہ کیانی کے ساتھ عفیف اور علوینہ بیٹھے ہوئے تھے، علوینہ نے چائے کا کپ رومانہ بیگم کو پکڑایا اور دوسرا عفیف کو، اور اپنے لیے چائے ڈال کر وہ پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔

"وینہ بیٹا میری زرا نازیہ سے تو بات کروادو۔" رومانہ بیگم نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"جی دادو میں کروا دیتی ہوں۔" علوینہ نے فون پہ نمبر ڈائل کر کے ان کی جانب بڑھا دیا تھا۔ رومانہ کیانی حال احوال دریافت کرنے کے بعد مدے پہ آئی تھیں۔

"نازیہ میں چاہ رہی تھی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی جائے، ویسے تو میں خود لاہور آنا چاہتی تھی لیکن طبیعت اجازت نہیں دے رہی۔" علوینہ کے تاثرات بدل رہے تھے، جبکہ عقیف اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے مجتبیٰ سے بات کر لو اور ڈیٹ فکس کر لیتے ہیں۔" رومانہ کیانی نے بات کا جواب دیا تھا۔ علوینہ اچانک ہی کنفیوز ہوئی تھی۔ عقیف چہرے پہ مسکراہٹ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ علوینہ نے وہاں سے اٹھنے پر ہی عافیت جانی تھی۔

"مبارک ہو بیٹے، شادی کی تیاری کرو۔" رومانہ کیانی نے ہنستے ہوئے موبائل اس کی جانب بڑھایا تھا۔ "خیر مبارک دادو۔ میں زرا یہ فون دے کر آیا علوینہ کو۔" وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا جبکہ رومانہ کیانی اس کی خوشی پہ مسکراتی رہ گئی تھیں۔

"ہیلو!" اس نے گم صم بیٹھی علوینہ کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"کوئی کام ہے؟"

"نہیں یہ موبائل لے لو اور شادی کا وینیو دکھاؤ مجھے۔" عقیف کرسی کھینچتا ہوا اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ علوینہ نے لیپ ٹاپ کھول کر اس کو بتانا شروع کیا۔

وہ آفس سے تھکا ہوا گھر واپس آیا تھا۔ اور آتے ہی سب سے پہلے اس کی نظروں نے اس کی تلاش شروع کر دی تھی۔ پورے گھر میں ڈھونڈنے کے بعد بھی وہ اسے نہیں ملی تھی۔

"زنجبیل۔۔۔" اس نے زور سے آواز دی تھی۔ پر جواب ندارد وہ پریشان ہوتا ہوا گھر سے باہر نکلا تھا۔



"اسلام علیکم آئی۔" زریاب نے سامنے اپارٹمنٹ والی آئی سے سلام لی۔

"زنجبیل آپ کی طرف تو نہیں آئی۔"

"نہیں بیٹا۔" اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ بار بار اس کا فون ٹرائے کر رہا تھا لیکن فون بند تھا۔ وہ لفٹ کے بٹن اضطراری کیفیت میں دبا رہا تھا۔ پوری کالونی میں دیکھنے کے باوجود وہ اسے کہیں نہیں ملی تھی۔

"کہاں چلی گئی ہو یا تم۔" اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو ریلکس کیا اور پارک کی جانب بڑھا۔ اور وہ اسے جھولے پہ بیٹھی نظر آئی تھی۔ وہ گہری سانس لیتا ہوا اس کی جانب بڑھا تھا۔

"تم یہاں سکون سے جھولے لے رہی ہو اور میں تمہیں پاگلوں کی طرح کالونی میں ڈھونڈ رہا ہوں۔" زریاب اس کے پاس آتا ہوا پھٹ ہی پڑا تھا۔ زنجبیل کچھ بولی نہیں۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں زنجبیل۔" اس بار وہ زرا دھیمی آواز میں بولا تھا۔

"ہممم" ایک لفظی جواب نے اسے حیران کر دیا تھا۔

"کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو نہ؟" وہ فکر مندی سے کہتا ہوا اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔ سفید ڈریس شرٹ کے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے تھے، بال بکھر کر ماتھے پہ گرے تھے۔ وہ اپنے حلیے سے تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"تمہیں اس سے کیا؟" زنجبیل نے شکوہ کناں لہجے میں کہا اور جھولے سے اٹھتی ہوئی چلنے لگی۔ زریاب بھی اس کے پیچھے آیا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟" وہ بیچارہ بے بسی سے بولا تھا۔

"ہاں تم تو کچھ کرتے ہی نہیں ہو۔" وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے ہوئے تیز تیز چل رہی تھی۔

"یار بتاؤ تو سہی، صبح تو اچھی خاصی تھی۔"

"اب سب میں ہی بتاؤں۔" وہ کہتی ہوئی اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولتی ہوئی اندر داخل ہوئی، اس کے پیچھے ہی وہ جھنجھلائے ہوئے تاثرات لیے داخل ہوا تھا۔

"یار بیلا میں نے تو کچھ نہیں کیا؟" وہ اچانک ہی بے بس ہوتا ہوا بولا تھا۔

"زریاب مجھ سے بات مت کرو۔" وہ کچن میں داخل ہوتی ہوئی بولی تھی۔

"تمیں ہوا کیا ہے بتاؤ نہ؟" بازو سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔" وہ اپنے بازو اس کی گرفت سے نکالتی ہوئی بولی تھی۔ آواز نم ہو رہی تھی۔

"پاگل مت بنو اور بتاؤ مجھے؟"۔ بھوری آنکھوں میں آہستہ آہستہ نمی ابھری تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ زریاب کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ وہ

ہچکیاں لیتی ہوئی چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"گھر میں ہی تو ہو تم۔" زریاب نے پیار سے اس کو کہا تھا۔

"رونا تو بند کرو یار۔" زریاب نے آگے بڑھ کے اسے گلے لگایا تھا۔ اور اس کی پیٹھ کو ہولے سے تھپکا۔

"لال بیگ اب رو تو مت، آئس کریم کھاؤ گی۔" اس نے آفر کی تھی۔ جس پہ وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔

-

"تو پھر کیا کرنا ہے؟" اس نے اس کو چھوٹے بچوں کی طرح ہگ کر رکھا تھا۔

"چلو آؤ تمہیں علوینہ سے ملوا لاتا ہوں۔، جلدی سے جاؤ فریش ہو کر آجاؤ۔" اس نے آسان سا حل نکالا تھا۔

"نہیں مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔" وہ اس سے الگ ہوتی ہوئی بولی تھی۔

"اچھا تو پھر چائے پیو گی؟" زریاب نے پوچھا تھا۔ جس پہ اس نے سر دھیرے سے ہلایا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا چائے کا سامان نکالنے لگا۔

لمس کی آنچ پہ جذبوں کی اُبالی چائے

عشق پیتا ہے کڑک چاہتوں والی چائے

Safar-e-Adab

کیتلی ہجر کی تھی غم کی بنالی چائے

وصل کی پی نہ سکے ایک پیالی چائے

BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرے دالان کا منظر کبھی دیکھو آ کر

درد میں ڈوبی ہوئی شام، سوالی چائے

ہم نے مشروب سبھی مضرِ صحت ترک کئے

ایک چھوڑی نہ گئی ہم سے یہ سالی چائے

یہ پہیلی کوئی بوجھے تو، کہ اُس نے کیونکر  
اپنے کپ سے میرے کپ میں بھلا ڈالی چائے

میں یہی سوچ رہا تھا کہ اجازت چاہوں  
اُس نے پھر اپنے ملازم سے منگالی چائے

اِس سے ملتا ہے محبت کے ملنگوں کو سکون

دل کے دربار پہ چلتی ہے دھمالی چائے

عشق بھی رنگ بدل لیتا ہے کبھی جانِ وفا

ٹھنڈی ہو جائے تو پڑ جاتی ہے کالی چائے

زریاب نے چائے کا کپ اسے تھمایا اور اس کا ہاتھ تھامتا ہوا لاونچ میں لے آیا۔ زنجبیل خاموشی سے  
چائے پیتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"زریاب۔۔" اس نے ہولے سے اسے پکارا تھا۔

"جی۔" اس نے پیار سے جواب دیا تھا۔ جس پہ اس کی آنکھوں میں دوبارہ سے نمی اتری تھی۔

"یار کچھ اور چاہیے تو بتادو اب پلیز دوبارہ سے رونا مت۔" زریاب نے چائے کا کپ میز پہ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ وہ ہنسی تھی۔

"بد تمیز ہو تم بہت۔" زنجبیل نے اس کے بازو پہ مکا جڑا تھا۔

"تمہارا ہی شوہر ہوں نہ۔" اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے تھے۔ جس پہ زنجبیل نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔

"ویسے آج اچانک سے کون سا کیڑا کاٹا تھا تمہیں؟" زریاب نے اپنا رخ اس کی جانب کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یاد آرہی تھی۔"

"کس کی؟" زریاب نے اس کا چہرے کو تکتے ہوئے سوال کیا۔

"گھر والوں کی، بس اسی لیے رونا گیا مجھے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"اچھا چلو اب چلتے ہیں کسی دن لاہور۔" زریاب نے مسکراتے ہوئے اسے کہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹھیک ہے۔" زنجبیل نے مسکراتے ہوئے ہامی بھری تھی۔ اتنی دیر میں اس کا فون بجا تھا۔ جس پہ عقیف کا میج جگمگا رہا تھا۔

"شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے۔" زریاب نے اسے بتایا۔

"کون سی؟" زنجبیل نے ایکسائیٹڈ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اپریل کے پہلے ویک میں - "زریاب نے بتایا جس پہ وہ چیچی تھی - اتنے کم دنوں میں وہ شادی کی تیاری کیسے مکمل کریں گے - زنجبیل اپنا فون کے کربالکونی میں آگئی تھی اور اب علوینہ کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھا جبکہ زریاب فریش ہونے جاچکا تھا۔

دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے - زنجبیل پورا دن تقریباً علوینہ کے ساتھ ہی ہوتی تھی - شادی کی شاپنگ کرنے میں مصروف اور کبھی کسی چیز کے لیے - آج بھی ان دونوں کی ڈیزائنر کے ساتھ اپائنٹمنٹ تھی -

"آف یار میں تھک گئی ہوں شادی کی شاپنگ سے - "علوینہ ڈیزائنر کے پاس سے فارغ ہو کر لچ کی غرض سے ریستورنٹ میں آئی تھیں - کھانا سرو کیا جاچکا تھا - وہ دونوں کھانا کھاتے ہوئے شادی کی تیاریاں ڈسکس کر رہی تھیں -

"کچھ نہیں ہوتا شادی ایک بار ہی ہوتی ہے انجوائے کرو - "زنجبیل نے چاولوں کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہمم انجوائے سے زیادہ میں تھک رہی ہوں - "علوینہ نے برا سا منہ بنایا۔

"بس کر دو بی بی، میں بھی روز تمہارے ساتھ خوار ہوتی ہوں - لاہور کب جانے کا ارادہ ہے؟ "زنجبیل نے کھانے سے ہاتھ روکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں ایک ہفتہ پہلے جاؤں گی - "علوینہ نے پانی کا گھونٹ بھرا تھا - فون پہ میسج جگمگا رہا تھا - جسے پڑھ کر علوینہ کے تاثرات تبدیل ہوئے تھے۔

"کس کا میج تھا؟" زنجبیل نے کھاتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"مارب کا۔" علوینہ نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔ مگر زنجبیل کے حلق میں نوالہ پھنس گیا تھا۔

"وہ تمہیں اب بھی میج کرتا ہے۔ کمینہ کہیں کا اس کی ہمت کیسے ہوئی۔" وہ غصے سے بولی تھی۔ آپ کا دوست وہ واحد انسان ہے جو کبھی بھی پ کو دکھ دینے والی انسان کو نہیں۔ سکتا اور پ سے زیادہ نفرت کرتا ہے اس شخص سے۔

"ریلکس۔۔۔" علوینہ نے اس کا ہاتھ تھپکا تھا۔

"کہہ کیا رہا ہے اب وہ؟"

"مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔" علوینہ نے دونوں ہاتھ میز پہ رکھے تھے۔ اور سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

"منع کردو۔" زنجبیل نے نخوت سے کہا تھا جس پہ وہ مسکرائی تھی۔

"نہیں میں اس سے ملوں گی آخری بار۔" علوینہ کے چہرے پہ اطمینان تھا۔ زنجبیل نے حیرت سے اس کو دیکھا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"یار بیلا مجھے آفس میں ضروری کام ہے مجھے ڈراپ کردو یارا۔" علوینہ کو یکدم ہی یاد آیا تھا کہ عقیف کے ساتھ اسے میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی۔ وہ آفس میں داخل ہوئی تھی۔ وہ اسے آفس میں بیٹھا ہوا ملا تھا۔ بار بار گھڑی پہ نظر ڈالتا ہوا وہ کسی کا منتظر لگ رہا تھا۔

"سوری میں زنجبیل کے ساتھ تھی۔" علوینہ اندر داخل ہوتی ہوئی معذرت خواہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ اب چلیں میٹنگ سٹارٹ ہونے والی ہے۔" عقیف مسکراتا ہوا چیئر سے اٹھا اور اسے ساتھ لیتا ہوا کانفرنس روم کی جانب بڑھ گیا۔ میٹنگ کے بعد وہ دونوں آفس میں بیٹھے کافی ہے رہے تھے۔

"علوینہ تم ٹھیک تو ہو نہ؟" عقیف کے یکدم سوال پہ وہ بڑائی تھی، جیسے سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا ہو۔

"جی۔" وہ پھیکا سا مسکرائی تھی۔ اس کا دماغ الجھا ہوا تھا اور الجھن چہرے پہ واضح تھی۔

"کوئی بات اگر تنگ کر رہی ہے تو مجھے بتا سکتی ہو؟"

"مارب مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔" علوینہ نے جھجھکتے ہوئے بتایا تھا۔

"مارب۔۔۔ اوہ اچھا تمہارا کزن، تو مل لو اس میں کیا بڑی بات ہے۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔ علوینہ حیران ہوئی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کیا کروں؟" علوینہ نے کافی حلق سے اتارتے ہوئے اس کو دیکھا۔

"میرا خیال ہے تمہیں آخری بار مل لینا چاہیے اس سے۔" عقیف نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے۔" علوینہ مسکرائی تھی۔ اسے واقع مل لینا چاہیے اس سے تاکہ وہ بات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکے۔



پنک فلورل فراک پہ سفید سکارف گلے میں ڈالے، شیڈز آنکھوں پہ چڑھائے بیگ کہنی پہ ٹانگے ہوئے وہ مصروف انداز میں اس کے بھیجے کیفے میں داخل ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ اسے نظر آگیا تھا۔ سیاہ فارمل پینٹ کوٹ میں بیٹھا وہ وجہہ لگ رہا تھا۔ وہ کرسی کھینچتی ہوئی بیٹھ گئی تھی۔

"اسلام علیکم" مارب نے سلام لی تھی۔ اس کی نظریں اس کے ترو تازہ چہرے پہ پڑی تھیں اور پلٹنا بھول گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔" اس کا لہجہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"کیا لوگ تم؟" مارب نے دوستانہ لہجے میں پوچھا تھا۔

"بہتر ہوگا کہ آپ مدعے پہ آئیں، میرے پاس آپ کے ساتھ چائے کافی پینے سے زیادہ ضروری کام ہیں۔" وہ یکدم ہی روکھی ہوئی تھی۔

"تم پہلے تو ایسی نہیں تھی۔" مارب نے شکوہ کیا تھا۔ جس پہ اس کے لبوں پہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"افسوس ہے مجھے کہ میں پہلے ایسی کیوں نہیں تھی۔ خیر بات بتائیں۔" اس نے کرسی کی پشت کے ساتھ کمر ٹکائی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟" مارب ملامت زدہ چہرے کے ساتھ گویا ہوا تھا۔ علوینہ کے تاثرات البتہ پرسکون تھے۔

"میں نے تمہیں بہت عرصہ پہلے ہی معاف کر دیا تھا۔" اس نے آرام سے جواب دیا تھا۔ جس پہ مارب پرسکون ہوا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کیا چیز کھو رہا تھا۔ میں نے ریت کے حصول میں ہیرے کو کھودیا۔ میں اپنی غلطیوں کا ازالہ چاہتا ہوں، مجھے اب پتہ چل رہا ہے کہ میری زندگی میں تمہاری کمی ہے۔" وہ بے بس ہوتا ہوا بولا۔

"ہمم۔۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟" علوینہ نے ٹانگ جو جھکاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان جو بھی مسئلے ہیں وہ حل ہو جائیں۔ اور ہم پہلے کی طرح ہو جائیں۔" مارب نے پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اطمینان سے بتایا۔

"مارب سیف کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ ایسی کون سی وجہ ہے جس کی بنا پر میں دوبارہ سے تمہاری زندگی میں شامل ہو جاؤں۔" علوینہ نے کڑے تیور لیے سوال کیا تھا۔

"کیونکہ تم یہی چاہتی تھی۔"

"تھی کا مطلب تو تم جانتے ہو نہ مارب۔" علوینہ نے طنزیہ مسکراہٹ اچھالی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے میں تمہیں کیوں پسند کرتی تھی؟" علوینہ یکدم ہی میز پر آگے ہو کر بیٹھی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیوں؟" اس نے تجسس سے سوال کیا۔

"کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ تم ایک عزت دار مرد ہو اور عورتوں کی عزت کرنا جانتے ہو لیکن تم بھی ریحان کی طرح ہی تھے۔"

"میں ریحان نہیں ہوں علوینہ۔" اس کی آواز کسی کھائی سے آتی ہوئی سنائی دی تھی۔

"تم دونوں ایک جیسے ہو، تم نے خود پر لبادہ اوڑھ رکھا تھا مارب سیف، بس اتنا سا فرق تھا تم دونوں میں۔" ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا گیا تھا۔ مارب کا چہرہ یکدم ہی زرد ہوا تھا۔

"میں معافی مانگ تو رہا ہوں۔" وہ منمنایا تھا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور آئندہ میرے راستے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔" وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ گلاسز آنکھوں پہ چڑھاتے ہوئے اپنا بیگ لیتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ مارب پیچھے اپنی ٹائی ڈھیلی کرتا رہ گیا تھا۔ اسے پچھتاؤں نے گھیر لیا تھا۔ علوینہ نے وہاں سے نکل کر گہرا سانس لیا تھا۔ اپنے لیے کیب بک کروائی۔ آج اس نے اپنے اوپر سے آخری بوجھ بھی اتار دیا تھا۔ وہ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے پر کامیاب ہو چکی تھی۔ وہ دھوکہ جس میں وہ ہر بار پھنس جاتی تھی، اس بار اسے پار کر آئی تھی۔

برسے کا ٹوٹ ٹوٹ کر ابر محبتاں

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

ہم چیختے رہیں گے حاجت نہیں رہی  
اک روز کوئی لے کر آئے گا فرصتیں

اک روز ہم کہیں گے ضرورت نہیں رہی

اسلام باد کے موسم نے انگڑائی لی تھی۔ ہر سو کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ بادل سرگوشیاں کر رہے تھے۔ سیاہ کار سڑک پہ دوڑ رہی تھی۔ ہوا اس کے بالوں کو اڑا رہی تھی۔ بیگ سے کیچر نکال کر اس نے بالوں کو سمیٹا۔ سیاہ آنکھوں نے دلچسپی سے یہ منظر دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں مال پہنچ چکے تھے۔

"وینہ میرا ڈریس تم پسند کرو۔" عفیف نے شاپ میں انٹر ہوتے ہوئے کہا تھا، جس پہ علوینہ نے اس کو گھورا تھا۔

"شادی آپ کی ہے۔" علوینہ نے اسے یاد دلایا تھا۔

"دلہن پسند کی مل رہی ہے، جوڑا اس کی پسند کا لے لیتا ہوں۔" آنکھ ونک کرتا ہوا اسے حیران کرتا وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ جبکہ وہ دانت پیستی ہوئی اس کے پیچھے چل دی تھی۔

"یہ اورنج والا ڈریس۔" علوینہ نے کرتا پا جامہ اس کے سامنے کیا، جسے دیکھ کر عفیف کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"تم چاہتی ہو میں شادی پہ سنگترہ لگوں۔" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلانے کیا تھا۔

"ہممم" علوینہ نے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپائی تھیں۔

"دیکھ لو بعد میں لوگ کہیں گے علوینہ مجتبیٰ نے سنگترے سے شادی کر لی۔" اس نے نقل اتارتے ہوئے کہا تھا جس پہ علوینہ کا قبہ گونجا تھا۔

"کوئی نہیں ویسے بھی مجھے سنگترہ پسند ہے۔" وہ کہتی ہوئی سوٹ دوبارہ ہینگ کر چکی تھی۔ ایک اور ڈریس نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ اور پھر ایک میچنگ شال اسے تھمائی۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں ڈریس پیک کر اکر نکل چکے تھے۔

"یہ جوتے دیکھو وینہ۔" عفیف نے اس کا دھیان گرے ہیلز کی جانب کروایا تھا، جس پہ جابجا پر لگے ہوئے تھے۔

"مجھے جوتا لینا ہے مرا ہوا کبوتر نہیں۔" وہ ناک سکوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی جبکہ وہ ہنستا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔ اب کی بار اس کے ہاتھ میں سلور نازک سے ہیلز تھے۔

وہ اس کے سامنے ایک گھٹنا زمین میں ٹیکے بیٹھا تھا۔ اور جوتے اس کے پیروں میں رکھتے ہوئے اس کا منتظر تھا کہ پہنے۔ علوینہ نے جوتے پیروں میں ڈالے۔

"پرفیکٹ۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ جس پہ علوینہ نے حیرانی سے اس کو دیکھا۔ عقیف وہ اس کے لیے پیک کروا چکا تھا۔

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟" علوینہ نے اس کو اوپر والے فلور پہ جاتا دیکھ پوچھا تھا۔

"ایک چیز رہتی ہے تم یہیں رکو میں آتا ہوں۔" اسے وہیں پر چھوڑتا ہوا اوپر کی جانب بڑھا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ اسے ایک شاپنگ بیگ پکڑے ہوئے نظر آیا تھا۔

"یہ لو۔۔۔" اس نے بیگ علوینہ کی جانب بڑھایا تھا۔ جسے اس نے تھام لیا۔

"چلو آؤ کچھ کھاتے ہیں مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔" عقیف اس سے بیگز لیتا ہوا چل پڑا۔ علوینہ کے ہاتھ میں وہ چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس نے اشتیاق سے اسے گھولا تھا۔ اندر بارک سی پیر میں پہننے والی چین تھی۔ جس پہ چھوٹے چھوٹے چاند اور ستارے لگے تھے۔

"عقیف تھینک یو سو مچ۔" علوینہ نے چھوٹے بچوں کی طرح چہکتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ وہ مسکرایا۔

"تمہیں ہر بار میری پسند کی چیزوں کا کیسے پتہ چل جاتا ہے۔" علوینہ نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہاری ڈائری کا کمال ہے، مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔" وہ منہ نیچے کرتا مسکرایا تھا۔

"میں اس کے لیے تمہیں معاف نہیں کروں گی۔" علوینہ نے اس کے بازو پہ مکا جڑا تھا اور ناک سکوڑتی مال سے باہر نکلنے لگ گئی جبکہ وہ ہنستا ہوا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ کھڑکی میں کھڑی آسمان کو کمرے میں محفوظ کرنے میں مصروف تھی۔ جب اچانک سے آسمان سے  
نہی نہی بوندیں ٹپکنے لگ گئی تھیں۔ اس نے ہاتھ باہر نکال کر بارش کو محسوس کیا تھا۔

"زریاب اٹھو۔۔۔" زریاب آفس سے جلدی واپس آگیا تھا اور اب سونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ  
زنجبیل نے اس کا بری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"کیا ہے یار بیلا سونے دو۔" وہ کروٹ بدلتا پھر سے سو گیا تھا۔ زنجبیل نے اس کو کھینچ کر اٹھایا تھا۔ جس  
پہ وہ برے برے منہ بناتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوپر چھت پہ چلو میرے ساتھ۔" زنجبیل اس کا بازو پکڑے اس کو اپنے ساتھ کھینچتی جا رہی تھی اور وہ  
بیچارہ نیند میں اس کے ساتھ کھینچا چلا جا رہا تھا۔ اصل آنکھیں تو اس کی چھت پر جا کر کھلی تھیں جب بارش  
اسے ایک ہی جھماکے میں بھگو چکی تھی۔

"بیلا بارش ہو رہی ہے۔۔۔" زریاب زور سے بولا تھا، جبکہ وہ اثر لیے بغیر اچھل رہی تھی۔

"اسی لیے تو تمہیں اوپر لائی ہوں۔۔۔" انجوائے کرو۔" زنجبیل اس کو شیڈ کے نیچے سے کھینچ کر کھلے  
آسمان کے نیچے لائی تھی۔

"چھوٹے بچوں والے کام ہیں۔" وہ بیچارہ چیختا چلاتا رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی اس کے ساتھ مل  
کے بارش میں کھیل رہا تھا۔

"میں اتنی دیر بعد بارش میں بھیگی ہوں۔" زنجبیل خوش ہوتے بولی تھی، بھورے بال لٹوں کی مانند اس  
کے چہرے پہ چپک چکے تھے۔

"چلو اب نیچے چلتے ہیں، یہ نہ ہو بیمار پڑ جاؤ۔" زریاب اس کو کھینچتا ہوا نیچے لایا تھا۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد ٹی وی آن کر کے بیٹھا تھا۔ جب وہ پھر سے دندناتی ہوئی اس کے سر پہ کھڑی تھی۔

"مجھے پکوڑے کھانے ہیں اور چائے پینی ہے۔" وہ ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ زریاب نے گہری سانس لی تھی اور بغیر کچھ کہے اٹھ گیا تھا۔ وہ اچھلتی ہوئی اس کے پیچھے ہی کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"تم پکوڑوں کا سامان بناؤ میں تب تک چائے رکھتی ہوں۔" اس کو کہتی ہوئی وہ فریج سے دودھ نکال کر لائی اور کیتلی چولہے پر رکھی۔ زریاب کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ بیٹر بنانے کے بعد وہ فرائننگ پین میں تیل ڈال رہا تھا۔ زنجبیل سکون سے شلف پہ بیٹھی اس کو دیکھ رہی تھی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے میں نے کسی بھکڑ سے شادی کر لی ہے۔" وہ پکوڑوں کو پلیٹ میں نکالتا ہوا بولا تھا۔

"ہیں ہیں کیا بولا؟ میں نے کچھ بنانے کا کہہ دیا تو میں بھکڑ ہو گئی اور جو روز میں تمہارے لیے کھانا بناتی ہوں اس کا کیا۔" وہ کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے لڑاکا عورتوں کی طرح بولی تھی۔

"بس، بس کوئی احسان نہیں کرتی بیوی ہو میری۔" اس نے کہتے ہوئے چولہا بند کیا۔ اور چائے کپوں میں ڈالی۔ اور میز پہ رکھی۔ زنجبیل ابھی بھی شلف پہ بیٹھی اس کو گھور رہی تھی۔

"اب آ جاؤ یا اٹھا کر لاؤں تمہیں۔" وہ اسے خود کو گھورتا دیکھ کر بولا تھا۔ جس پہ وہ ناک سکوڑتی ہوئی شلف سے اتری تھی۔ سیاہ ٹراؤزر شرٹ میں وہ منہ پھلاتی ہوئی اسے پیاری لگ رہی تھی۔

"بہت بد تمیز ہو تم۔" اس نے منہ میں پکوڑا ٹھونسے ہوئے بولا تھا۔ جس پہ زریاب ہنسا تھا۔

"یہ بات ناجانے روز کتنی دفعہ کہتی ہو مجھے۔" وہ ہنستا ہوا اسے چڑا رہا تھا۔ اور زنجبیل چڑ بھی رہی تھی۔

"چپ کر جاو اب تم۔" زنجبیل نے اس کے بازو پہ چٹکی کاٹی تھی۔ رات دیر تک وہ دونوں کسی نہ کسی بات پہ لڑتے رہتے تھے۔ کزن میرج کے سائیڈ ایفیکٹ!...

دن تیزی سے گزر رہے تھے، شادی میں صرف ایک ہفتہ رہ چکا تھا۔ زنجبیل اور علوینہ آج ہی اسلام آباد واپس سے آئی تھیں۔ شادی کی تیاریاں تقریباً مکمل تھیں۔ بس چند ایک چیزوں کو دیکھنا تھا۔ وہ ابھی شاور لے کر نیچے آئی تھی، جب اسے سارہ نظر آئی تھی۔

"اسلام علیکم! سارہ باجی۔" علوینہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی اور اس کے گلے لگی تھی۔

"وعلیکم السلام! دلہن صاحبہ۔" سارہ اس سے مل کر الگ ہوئی تھی۔

"اریب بھائی نہیں آئے؟" علوینہ نے سوال کیا تھا۔

"آئے ہیں۔ بابا کے پاس بیٹھے ہیں۔" سارہ اس کے ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

"اچھا اور تم بتاؤ طبیعت ٹھیک ہے نہ؟" علوینہ نے فکر مندی سے اپنی بہن سے پوچھا تھا۔

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اور اب تو ایکسائیٹڈ ہوں۔" سارہ نے خوشی سے بتایا تھا۔ جس پہ وہ ہنسی تھی۔

شادی کی ڈسکشن ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ لاہور آئے اسے پانچ دن ہو چکے تھے۔ دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ صبح انہیں اسلام آباد کے لیے نکلنا تھا۔ ہائی ایس گھر کے باہر کھڑی تھی۔ علوینہ اپنا سامان سیڑھیوں سے اتار رہی تھی جب ارید اس کی طرف آیا۔



"ڈیئر سسٹر لائیں میں کا سامان لے جاؤں۔" ارید نے اس کا ہینڈ کیری پکڑا جبکہ علوینہ آنکھیں پھاڑ کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

"ارید ہوش میں تو ہو نہ بیٹے یا کوئی کام ہے؟" اس نے گھور کر اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا تھا جو قد میں اس سے لمبا ہو گیا تھا۔

"ہاں نہ۔۔ تمہاری شادی ہے یا اب اچھا تو نہیں نہ لگتا کہ تم اپنے کام خود کرو۔" وہ کہتا ہوا اس کے ساتھ گھر سے باہر آیا۔

"واہ جی واہ۔۔" علوینہ حیران ہوتی ہوئی ہنسی تھی۔ اتنی سمجھداری کی باتیں اور ارید تھوڑا عجیب لگتا ہے۔ ہائی ایس میں ینگ جنریشن سوار تھی۔ جبکہ مجتبیٰ صاحب اور نازیہ بیگم اپنی گاڑی میں جارہے تھے۔

"زنجبیل اپنی بھابھی کو بولو۔۔۔ میرے ساتھ گاڑی میں چلیں۔" اریب سارہ کو ان کے ساتھ جاتا دیکھ کر بولا تھا۔

"زنجبیل اپنے بھائی سے کہہ دو میں اپنی بہنوں کے ساتھ ہی جاؤں گی۔" سارہ نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ اریب نے اسے گھورا تھا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" وہ کہتا ہوا وہاں سے واپس مڑ گیا اور سارہ نے حیران ہوتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھا تھا کہ اتنی آسانی سے مان گیا حیرت ہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سے ان کے سر پہ سوار ہو چکا تھا۔

"چلو بھئی گاڑی سٹارٹ کرو۔۔ سب نکل رہے ہیں۔" اریب نے اندر بیٹھتے ہوئے دروازہ بند کیا تھا۔ گاڑی میں سامان ہی سامان پڑا ہوا تھا۔

"آپ کی گاڑی کہاں ہے؟" سارہ نے اسے اپنے ساتھ والی سیٹ پہ براجمان ہوتے دیکھ کر سوال کیا تھا۔

"وہ بابا کے پاس ہے۔۔۔ ماما اور بابا اس میں آرہے ہیں۔" اس نے سکون سے بتایا تھا۔ سفر آرام سے گزر رہا تھا۔ راستے میں منظر دیکھنے کے قابل تھے۔ وہ دوپہر کے وقت اسلام آباد کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ وہاں سے مری تک کا سفر انہوں نے انجوائے کیا تھا۔ شام کے وقت وہ اپنے ولا میں پہنچ چکے تھے۔

اگلی صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ سورج کی کرنیں سارے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ پیروں میں چپل اڑتی ہوئی وہ واشروم میں گھسی تھی۔ سیاہ اور سفید امتزاج سے بنا کرتا زیب تن کیے وہ بالوں کو کچھڑ میں مقید کرتی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔ جب اس کی نظر سامنے سے آتے عقیف پہ پڑی تھی۔ سیاہ ٹی شرٹ کے ساتھ بلو جینز پہنے، پیروں میں جاگرز پہنے وہ رف سے حلیے میں بھی وجیہ لگ رہا تھا۔

"اسلام علیکم"!! اس نے قریب آتے ہی سلام لی تھی۔

"وعلیکم السلام"!! علوینہ نے مسکراتے ہوئے اس کو جواب دیا تھا۔ وہ ابھی کچھ کہنے ہی لگا تھا جب زنجیل وہاں آں دھمکی تھی۔

"اہمم۔۔۔۔۔ باہر سب ناشتے پہ ویٹ کر رہے ہیں۔" اس نے جان بوجھ کر گلا کھنکھارا تھا۔ جس پہ علوینہ نے اسے سخت گھوری سے نوازا تھا۔

"ہاں چلو باہر چلیں۔" عقیف سر کھجاتا ہوا ان کے ساتھ ہی باہر جانے کے لیے مڑا تھا۔ ولا کے بیک سائیڈ پہ بڑا سالان تھا۔ جس میں بڑے سے ٹیبل پہ ناشتہ اریج کیا گیا تھا۔ سامنے بلند و بالا درخت تھے۔ سبزہ زار اور سورج کی شفاف کرنیں منظر کو بے حد دلکش بنا رہی تھی۔

"زنجبیل مجھے چائے دینا۔" زریاب نے اپنے ساتھ بیٹھی زنجبیل سے کہا تھا۔ جو یشل کو چائے پکڑا رہی تھی۔

"آپ خود لے لیں نہ۔۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا لیکن مسکراہٹ چہرے پہ ہنوز برقرار تھی۔ اس کے کہنے کے باوجود بھی وہ ڈھیٹ بنا اس کو دیکھ رہا تھا۔ زنجبیل آنکھیں گھما کر رہ گئی اور چائے کا کپ اس کی جانب بڑھایا تھا۔

"یشل۔۔۔" ارید نے اسے پکارا تھا۔ وہ جو بریڈ پہ جیم لگانے میں مصروف تھی یکدم ہی اچھلی تھی، ارید نے لبوں پہ مسکراہٹ لانے سے خود کو روکا تھا۔

"جیم دینا مجھے۔" ارید نے جار کی جانب اشارہ کیا، یشل نے فوراً ہی جیم اس کی جانب کیا تھا۔ اور بریڈ کو کترنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ ناشتہ کرتے ایک بج چکا تھا۔ اور اب سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ شام میں مہندی کا فنکشن تھا، جس میں قریبی رشتہ دار ہی مدعو تھے۔

گرین لہنگا چولی، بالوں کی فرانیسی چٹیا میں پھول لگائے، اور ہلکا پھلکا سائیک اپ کیے آئینے کے سامنے بیٹھی تھی۔ جب زنجبیل روم میں داخل ہوئی تھی۔

"ماشاء اللہ، ماشاء اللہ ہماری ہری پری۔" زنجبیل چمکتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔ زنجبیل گلابی رنگ کے لہنگا چولی میں حسین لگ رہی تھی۔

"میں کنفیوز ہو رہی ہوں۔" علوینہ نے انگلیاں چٹختے ہوئے بولا تھا۔

"کیوں بھئی؟ علوینہ مجتبیٰ اور کنفیوز کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" زنجبیل نے اس کا ڈوپٹہ سر پہ سیٹ کرتے ہوئے بولا تھا۔ اور گجرے اس کے ہاتھوں میں پہنائے تھے۔ اسی اثنا میں سارہ اور یشل روم میں داخل ہوئی تھیں۔ سارہ اور نج رنگ کے فراک میں ملبوس تھی جبکہ یشل نے جامنی رنگ کا فراک پہن رکھا تھا۔

"واہ جی واہ آج تو میڈم کے روپ ہی الگ ہیں۔" سارہ نے شیشے میں اس کا عکس دیکھتے ہوئے تعریف کی تھی۔ ولا کے لاونج میں ہی مہندی کا سیٹ اپ کیا گیا تھا۔ زمین پہ پیلا کپڑا اور اس کے اوپر رنگ برنگے کشن پڑے تھے، جبکہ بڑوں کے لیے ایک جانب کرسیاں بھی رکھ گئی تھیں۔ علوینہ کو اس کے کمرے سے لا کر پھولوں سے لدے ہوئے جھولے پہ بٹھایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سفید شلوار قمیض پہ سبز ویسٹ کوٹ پہنے وہ تمام تر وجاہت لیے بیٹھا تھا۔ علوینہ کا دل یک دم ہی زوروں سے دھڑکنے لگا تھا، اس کے اتنے قریب بیٹھنے پہ وہ کنفیوز ہو رہی تھی۔ مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح چہرے پہ برقرار تھی۔ نظریں سبز لہنگے والی پہ پڑی تو پھر پلٹنا بھول گئیں تھیں۔ علوینہ نے اسے ایک بار نظر اٹھا کر دیکھا اور دوبارہ سے نظریں جھکا گئی تھی۔ اس کا دل عجیب انداز سے ڈھڑک رہا تھا بڑوں نے مہندی کی رسم ادا کی تھی۔ اور اس کے بعد نوجوانوں کی باری آئی تھی۔

"سارہ بھابھی اور اریب بھائی آپ لوگ آئیں پہلے۔۔" یشل نے ان دونوں کو کہا تھا۔ جس پہ وہ مسکراتے ہوئے اٹھے تھے۔

"عفیف میں تو کہتا ہوں سوچ لو ابھی بھی وقت ہے۔" اریب نے ہمیشہ کی طرح اپنا ڈرامہ شروع کیا تھا۔

"سوچنے کا وقت تو اب گیا۔" عقیف کے بولنے سے پہلے ہی زریاب بول اٹھا تھا۔

"سوچنے سمجھنے کے لیے پوری عمر پڑی ہے۔" عقیف نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے ان سب کو دیکھا تھا۔ رسم کرنے کے بعد کھانے کا دور دورہ چلا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر بڑے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ اور یگ جنریشن ڈھولکی پر قبضہ جما کر بیٹھی تھی۔ ایک ٹیم میں زریاب، ارید، عقیف، اریب تھے اور دوسری جانب زنجبیل، سارہ، یشل اور علوینہ، دونوں جانب سے کوئی بھی ہار نہیں مان رہا تھا۔

"بچو بس کر دو اب آرام کر لو۔" نازیہ بیگم نے ان سب کو کہا تھا جو ناجانے کس بات پہ بحث کر رہے تھے۔

"اچھا ماما بس جارہے ہیں۔" سارہ نے ان کو دیکھ کر کہا تھا۔ نازیہ بیگم کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔

"میرے پاس ایک پلین ہے۔" زریاب نے شیطانی مسکراہٹ اچھالی تھی، سب نے نا سمجھی سے اس کو دیکھا تھا۔

"جاؤ اپنے اپنے کمروں میں اور کپڑے چینج کر لو اور ایک گھنٹے بعد سب ادھر ہی ملو۔" اس کی بات پہ عمل کرتے ہوئے وہ سب وہاں کھسکے تھے۔ زنجبیل، یشل اور علوینہ ایک ہی روم میں تھیں۔ ٹھیک گھنٹے بعد وہ سب آرام دہ کپڑوں میں ملبوس لاؤنج میں آئے تھے۔ پیدل ہی گھر سے نکل آئے تھے۔ ہلکی ہلکی ہواپتوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ چاند پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان پہ براجمان تھا۔ سڑک پہ لوگ ناہونے کے برابر تھے۔ وہ سب ہنستے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے۔ علوینہ نے کندھوں پہ بھوری شال لپیٹ رکھی تھی، سیاہ بال کیچر سے نکل کر اس کے چہرے پہ جھول رہے تھے۔ جب اس کے ساتھ کوئی قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا تھا۔ اس کی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا تھا۔ اس نے سبز آنکھیں اٹھا کر دیکھی تھیں اور مسکرائی تھی۔ عقیف بلیک ٹراؤزر شرٹ پہ کالی شال کندھوں پہ ڈالے اس کے ہمراہ تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا یہ راستہ حسین ہے یا آپ ساتھ ہیں تو حسین لگ رہا ہے۔" عقیف ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"جب ہمسفر حسین ہو تو ہر رستہ حسین بن جاتا ہے۔" علوینہ نے چلتے ہوئے ہی کہا تھا۔ اس کی بات سن کر عقیف کے چہرے پہ مسکراہٹ رینگتی تھی۔ اتنی دیر میں زریاب اور زنجبیل کے ہنسنے کی آواز آئی تھی۔ اس نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"خیر مجھے خوشی ہے کہ میرا ہمسفر حسین ہے اور میری باقی کی زندگی بھی حسین ہی ہونے والی ہے۔" عقیف نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔

علوینہ سر جھکائے چل رہی تھی سیاہ زلفیں بار بار اس کے چہرے پہ آرہی تھیں جس کی وجہ سے عقیف اس کا چہرہ صحیح سے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہلکی پھلکی باتیں کر رہا تھا۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

زلف رخ سے ہٹا کے بات کرو

رات کو دن بنا کے بات کرو

میکدے کے چراغ مدھم ہیں

ذرا آنکھیں اٹھا کے بات کرو

"میرا ڈریس کیسا لگ رہا تھا؟" علوینہ نے یکدم ہی اس کے چہرے کو دیکھ کر سوال کیا تھا، وہ مبہم سا مسکرایا۔

"سبز رنگ تم پہ چٹا ہے لیکن تمہاری آنکھوں کی الگ بات ہے۔ اس جیسا سبز میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیسے تعریف کرے جو دل میں تھا وہ کہہ ڈالا۔ علوینہ اس کی بات پہ ہنسی تھی۔

"آنکھیں تو مجھے اپنی پہلے بھی بہت پسند تھیں لیکن اب تو ان سے مجھے خود ہی اور محبت ہو گئی ہے۔" علوینہ نے ہنستے ہوئے بتایا تھا اس کی بات پہ عقیف پہ سر جھکاتا ہوا ہنس دیا تھا۔

"اوائے لیل مجنوں۔۔۔ کدھر جارہے ہو باتیں کرتے ہوئے ہوش ہی نہیں انہیں؟" اریب نے ان دونوں کو آواز دی تھی۔ جو کیفے میں داخل ہونے کی بجائے آگے کو چل رہے تھے۔ اس کی بات پہ وہ دونوں نجل ہوتے ہوئے اندر داخل ہوئے، جہاں پہ سب میز پہ بیٹھے تھے۔

"کیا کھاؤ گے سب؟" زریاب نے ان سب سے پوچھا تھا۔

"براؤنیز اور کافی۔۔۔" زنجبیل نے کہا تھا، یہ اس کی اور علوینہ کی پسندیدہ غذا تھی۔ زریاب نے سب کے لیے آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر میں ان کا آرڈر سرو کیا جا چکا تھا۔

"میری براؤنی پہ نظر مت رکھو۔" زنجبیل نے زریاب کے کان میں گھستے ہوئے کہا تھا۔

"میری نظر براؤنی کے ساتھ ساتھ تم پہ بھی ہے۔" زریاب نے اس کے کان کے پاس ہوتے ہوئے کہا جس پہ زنجبیل نے اسے سخت گھوری سے نوازا تھا۔

"مجھ سے اپنی نظریں ہٹا لو زریاب بیگ!" اس نے گھونٹ بھرتے ہوئے نخوت سے کہا تھا جس پہ وہ مسکرا اٹھا تھا۔

"اگر نہ ہٹاؤں تو کیا کرو گی؟" زریاب نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے چیلنج کیا تھا۔

"میں خود تمہاری نظروں کے سامنے سے ہٹ جاؤں گی۔" زنجبیل نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔

"دیکھ لو رہ لو گی، ایک گھنٹہ آفس سے لیٹ گھر آؤں تو کون میری کندھے کے ساتھ چپک کے روتا ہے۔" زریاب نے اسے بتایا تھا جس پہ وہ اچھی خاصی چڑ بھی چکی تھی۔

"سارہ تمہیں کچھ اور کھانا ہے؟" اریب نے اپنی بیگم سے پوچھا تھا جو آج کل کچھ زیادہ ہی نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ اس نے اثبات پہ سر ہلایا تھا۔

"مجھے مینگو مفن ٹرائے کرنا ہے؟" اس نے بچوں کی طرح فرمائش کی تھی۔

"جو حکم بیگم، ابھی منگواتے ہیں آپ کے لیے۔" اریب نے اس کے سر کو تھپکا۔ اور ویٹر کو اشارہ کر کے بلایا اور اسے آرڈر دیا۔

"اچھا تو اب بتاؤ کل کا کیا پلین ہے؟" اریب نے کیک کانٹے میں پھنساتے ہوئے منہ کے سپرد کیا۔

"کل نکاح ہے اور رخصتی۔" یشل نے اس کو دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"بہت شکریہ یشل بیگم میری معلومات میں اضافہ کرنے کا۔" اریب نے سر کو خم دیا تھا جس پہ یشل نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔ اریب اور یشل کی کچھ خاص نہیں بنتی تھی۔

"علوینہ اور عفیف تو اسلام آباد کے لیے نکل جائیں گے لیکن ہمارا تو سٹے یہیں ہے۔ ہم تو ولیمے پہ ہی جائیں گے۔" اریب نے بتایا تھا، آج کل وہی اس گینگ کا لیڈر بنا ہوا تھا۔ اس کی بات پہ سب نے اثبات میں سر ہلایا۔



اگلے دن کا سورج ابھر چکا تھا۔ گھڑی صبح کے بارہ بج رہی تھی، پورے ولا میں شور ہی شور تھا۔ علوینہ انگڑاتی ہوئی اٹھ بیٹھی تھی۔ ناشتے کے بعد وہ اپنے چیزیں سیٹ کر رہی تھی جب مہندی والی لڑکی اندر آگئی تھی۔ اس نے ہلکی پھلکی سی مہندی لگوائی تھی۔ اور تب تک بیوٹیشن بھی آچکی تھی۔ زریاب اور اریب عقیف کو تیار ہونے میں مدد کر رہے تھے۔ مہمانوں کی آمد بھی شروع ہو چکی تھی۔ لڑکی والے اب وینوپہ پہنچ کر سب کا استقبال کر رہے تھے۔

پھاڑیوں کے درمیان یہ ایک فیری ٹیک جیسی ویڈنگ لگ رہی تھی۔ گولڈن شیروانی کے ساتھ کام دار شال کو کندھے پہ ڈالے اور وہ پوری وجاہت کے ساتھ براجمان تھا۔ قاضی آچکا تھا، ان دونوں کا نکاح پڑھایا گیا، پیپر سائن کرتے ہوئے علوینہ کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ نازیہ بیگم نے اس کے کندھے پہ محبت سے ہاتھ رکھا تھا۔

اورنج اور گولڈن کام سے بھرا ہوا لہنگا پہنے وہ زنجبیل اور سارہ کے ہمراہ سیٹج کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر عقیف یکدم ہی کھڑا ہوا تھا۔ نظریں واپس پلٹنا ہی بھول گئی تھیں۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جسے علوینہ نے تھام لیا تھا۔ ہر طرف ہونٹنگ ہونے لگی جبکہ دور ایک طرف کھڑے انسان نے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"شادی مبارک زوجہ۔" عقیف نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ علوینہ مسکرائی تھی۔

"آپ کو بھی شادی مبارک۔" اس کی مدھم سی آواز پہ عقیف دل و جان سے مسکرایا تھا۔ جبکہ کیمرہ مین اس سین کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر چکا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ بیٹھے مکمل لگ رہے تھے۔

"ماشاء اللہ اللہ نظر بد سے بچائے۔" زنجبیل نے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔ اور اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی

-

"ویسی وینہ یہ تمہاری ممانی بہت ہی کوئی جیلس عورت ہے۔" زنجبیل نے تبصرہ کیا تھا۔ علوینہ نے حیرانی سے اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تھا۔

"کیا کہہ رہی تھیں؟" علوینہ نے تجسس سے پوچھا تھا۔

"کہہ رہی تھیں نازیہ کی بیٹی نے نصیب تو بڑا اچھا پایا ہے، جتنا اس کا خرا تھا اسی حساب سے شوہر بھی پایا ہے۔" زنجبیل نے اس کو بتایا تھا۔

"چھوڑو جلنے والے تو جلتے ہیں۔" علوینہ نے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ اسی دوران عقیف کا کوئی دوست سیٹج پہ آیا تھا۔ علوینہ نے مسکراتے ہوئے مبارک باد وصول کی تھی۔ اتنی دیر میں سفید شلوار قمیض میں ملبوس مارب ان کی جانب بڑھتا ہوا دکھائی دیا تھا۔ اسے دیکھ کر زنجبیل اور عقیف کے چہرے پہ مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"Congratulations dear cousin."

اس نے خالصتاً انگریزی لہجے میں مبارک باد دی تھی۔ جس پہ علوینہ نے مسکراتے ہوئے سر کو خم کیا تھا۔ کچھ سال پہلے وہ اسی جگہ پہ کھڑی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مارب بھائی اکیلے آئے ہیں؟" زنجبیل نے جان بوجھ کر سوال کیا تھا۔

"جی۔۔" مارب نے آہستہ سے جواب دیا تھا۔ اس کے چہرے کے رنگ اس کی حالت کا پتہ دے رہے تھے۔ شاید اس جہاں میں تنہا رہ جانا سب سے بڑی سزا ہے۔ انسان اکیلے رہتے رہتے مرجاتا ہے، زندہ رہنے کے لیے اس کو ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کھانے کا دور دورہ چلا، دلہا دلہن کو فوٹو شوٹ کے لیے لے گئے تھے پہاڑیوں کے درمیان اس دن کو کیمرے کے نظر میں محفوظ کر لیا تھا۔ رخصتی کا شور بلند ہوا۔

"میری بیٹی کا خیال رکھنا یہ چھوٹی سی بات کو دل پہ لے لیتی ہے۔" مجتبیٰ صاحب نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے عقیف سے کہا تھا جو ان کی بات پہ مسکرایا تھا۔

"آپ فکر نہیں کریں، آج سے میں ہر چیز کا ذمہ دار ہوں، ان کی آنکھ میں ایک آنسو بھی میری وجہ سے آئے تو میں اس کا جوابدہ ہوں گا۔" عقیف ان سے بغل گیر ہوا تھا۔ علوینہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ ارید نے اسے گلے سے لگایا تھا۔ عقیف کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان تھی۔ زنجبیل شیشے سے جھانک رہی تھی۔

"میری دوست کا خیال رکھنا۔" اس نے عقیف کو دیکھتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں کیا تھا، جس پہ عقیف سر جھکا کر مسکرایا تھا۔

"بھئی یہ سب کو کیا ہو گیا ہے اچانک؟ مجھے خود سے زیادہ عزیز ہے میری بیوی۔" عقیف نے سٹیرنگ وہیل پہ ہاتھ جماتے ہوئے ہنستے ہوئے زنجبیل کو دیکھا تھا۔ اسی اثناء میں علوینہ کی نظر سامنے کھڑے مارب پہ پڑی تھی، اس کی آنکھوں میں پچھتاوا تھا، وہی پچھتاوا جو کسی قیمتی چیز کو کھونے کے بعد ہوتا ہے اور اس سے تکلیف دہ چیز کوئی نہیں ہوتی۔ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے سڑک پہ ڈال دی۔ اسلام آباد پہنچتے ہوئے رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ رومانہ کیانی الماس اور زمان کے ساتھ گھر آئی تھیں۔ الماس اور عقیف کی سیکنڈ کزنز نے اسے روم میں بٹھادیا تھا۔ کمرے میں سجاوٹ کے نام پہ پھول اور موم بتیاں رکھی گئی تھیں۔ وہ کنفیوز ہوتی ہوئی عقیف کا انتظار کر رہی تھی۔

دروازے کھلنے کی آواز پہ اس نے پلکوں کی جھالر اٹھائی تھی۔ وہ بیڈ پہ ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ عقیف نے اس کی پشت کو دیکھا تھا اور چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی۔ گلا کھنکھار کر اپنی موجودگی کا پتہ دیا اور اس کے سامنے ہی وہ پنچوں کے بل بیٹھا تھا، سبز آنکھوں نے حیرانی سے دیکھا تھا، اس نے اس کے نازک ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

"میں آپ سے چاند تارے توڑ کر لانے کا وعدہ نہیں کرتا، لیکن میں اپنی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آنے دوں گا اور میری ذات آپ کے لیے سکون کا باعث ہوگی کبھی بھی اذیت نہیں دوں گا۔" اس کے لہجے سے محبت جھلک رہی تھی، سیاہ آنکھوں کی چمک آج کچھ نرالی ہی تھی۔ اس کی بات پہ علوینہ نے چہرہ جھکایا تھا۔

"کیا ہوا ہے وینہ؟" اس نے ہاتھوں پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا تھا۔ جس پہ اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ اچانک سے اسے اپنے ہاتھوں پہ گرم مانع گرتا محسوس ہوا تھا۔ وہ رو رہی تھی، لیکن کیوں؟ اسے خود بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"وینہ کیوں رو رہی ہو؟ میری طرف دیکھو، میری کوئی بات بری لگی ہے کیا؟" وہ فوراً سے فکر مند ہوا تھا۔

"نہیں۔" ایک لفظی جواب۔ اس نے آگے بڑھ کے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ وہ اب اس کے سینے پہ سر رکھے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔ وہ کتنی دیر اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی تھی۔

"اب ٹھیک ہو؟" اس نے نرمی سے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ سبز آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔

اس نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔

"شکریہ۔" علوینہ نے گلاس اس کی جانب بڑھایا۔ عقیف نے اس کے چہرے کو دیکھا اور مسکرا دیا۔ جس پہ علوینہ نے اسے نا سمجھی سے دیکھا تھا۔

"اچھا اب تو بتاؤ کیوں رو رہی تھی؟" عقیف نے اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"وہ بس میں ایمو شنل ہو گئی تھی۔" اس نے نشو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہممم.. شکر ہے تمہارا مسکارا واٹر پروف ہے ورنہ میں اس وقت یہاں نارمل ہو کر بات نہ کر رہا ہوتا۔"  
 - "عفیف نے بات کا رخ مزاح کی جان موڑ دیا تھا۔

"نارمل تو اب بھی نہیں لگ رہے۔" علوینہ نے ناک سکڑی تھی، عفیف نے اس کی ناک کی چونچ کو انگلی کی پوروں سے کھینچا تھا۔

"یہ منہ دکھائی آپ کی؟" عفیف نے ڈبی کھول کر اس کے سامنے کی جس میں باریک سائیکلس تھا، جس میں سبز رنگ کا آنسو شکل کا پتھر لٹک رہا تھا۔

"تھینک یو، یہ بہت پیارا ہے۔" علوینہ کو وہ بہت زیادہ پسند آیا تھا۔

"کیا میں پہنا دوں؟" عفیف نے اس سے اجازت مانگی تھی، جس پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔  
 - عفیف نے اس کی گردن پہ وہ ہاتھ سجا دیا تھا۔

"پرفیکٹ۔" ہمیشہ کی طرح آج بھی اس نے دیکھ کر یہی لفظ ادا کیا تھا۔ ہوتے ہیں نہ زندگی میں کچھ ایسے لوگ جن کو ہم پر ہر چیز ہی پرفیکٹ لگتی ہے۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔ نیند کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔  
 BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"عفیف مجھے نیند نہیں آرہی؟" علوینہ نے اس کی جانب کروٹ لے کر کہا تھا، وہ ابھی نیند میں جا رہا تھا، اس کی آواز پہ مندی مندی آنکھیں کھولیں تھیں۔

"کیوں نہیں آرہی نیند؟" اس نے پیار سے پوچھا تھا۔

"نئی جگہ ہے شاید اس لیے۔" علوینہ نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جس پہ وہ مسکرایا۔

"نئی تو نہیں ہے آپ ایک بات پہلے بھی یہاں سو چکی ہیں۔" اس نے اسے یاد کروایا تھا، وہ اور زنجبیل اس کا روم یوز کر چکی ہیں۔

"ہاں پر تب تو زنجبیل تھی نہ۔" اس نے بے تکی سی بات کی تھی، جس پہ اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"اچھا تو آپ سیدھی طرح کہیں نہ کہ میری وجہ سے نیند نہیں آرہی۔ سچ میں میں بہت نفیس انسان ہوں، تمیز سے سوتا ہوں۔" اس نے بہت آرام سے کہا تھا اور اس کی بات پہ علویہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اس کی ہنسی کمرے میں گونجی تھی اور عقیف نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں کو چھوا تھا۔

"اچھا اب سو جائیں۔" عقیف نے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے کہا تھا اور توقع کے مطابق وہ دو منٹ بعد گہری نیند میں جا چکی تھی۔ عقیف نے اس پر لحاف درست کیا اور خود بھی آنکھیں موند گیا تھا۔

روشن صبح ہمیشہ کی طرح پرسکون تھی۔ سورج کی کرنیں رینگ کر کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ اے سی کی خنک میں وہ پرسکون نیند سو رہا تھا۔ سیاہ بال بکھر کر ماتھے پہ آرہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی بستر سے اٹھی اور واشروم کی جانب بڑھی۔ گھڑی صبح کے دس بجارہی تھی۔ شاور لینے کے بعد وہ نیلے رنگ کے کام دار لباس پہ ملبوس شیشے کے سامنے کھڑی بالوں میں برس پھیر رہی تھی۔ جب شیشے میں اس کا عکس ابھرا تھا۔

"گڈ مارنگ۔" علویہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا بستر سے اٹھا اور واشروم کی جانب بڑھ گیا۔ دس منٹ بعد وہ دونوں سیڑھیاں اترتے دکھائے دے رہی تھے۔ ناشتے کی میز پہ زریاب اور زنجبیل موجود تھے، چونکہ وہ دونوں اسلام آباد میں تھے جس کی وجہ سے ناشتہ وہی لائے تھے۔

"اسلام علیکم!" زنجبیل گرم جوشی سے اپنی دوست کے گلے لگی تھی۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہو؟" علوینہ نے گلے ملتے ہوئے استفسار کیا تھا۔ ایک دوسرے کے حال احوال دریافت کرنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

"پیارے بھائی کیسا لگ رہا ہے آپ کو شادی کا لڈو کھا کر؟" زریاب نے اس کو شریر نظروں سے دیکھا تھا جس پہ وہ ہنسا تھا۔

"ابھی تک تو اچھا لگ رہا۔" وہ ڈھٹائی سے مسکرایا تھا۔ سفید شلوار قمیض میں ملبوس، کف فولڈ کیے وہ وجیہ لگ رہا تھا۔

"چلو بچو ناشتہ شروع کرو اب۔" رومانہ بیگم نے ان کو باتوں میں مصروف دیکھ کر کہا تھا ورنہ ان کا کیا تھا کب تک بولتے رہتے۔

عفیف نے علوینہ کے لیے سینڈویچ پلیٹ میں رکھا تھا۔ وہ ہمیشہ پہلے اس کی پلیٹ میں کھانا ڈالتا تھا اور پھر اپنی پلیٹ میں اور آج بھی اس نے پہلے اس کے لیے کھانا نکالا تھا۔ علوینہ کو اس کی یہ چھوٹی چھوٹی عادتیں بہت پسند تھیں۔

"تھینک یو سو مچ۔" علوینہ نے سینڈویچ کی بائٹ لیتے ہوئے کہا تھا جس پہ اس نے سر کو خم دیتے ہوئے شکریہ قبول کیا تھا۔ ناشتے کے بعد زریاب اور زنجبیل نکل گئے تھے۔ عفیف اسے پارلر ڈراپ کر چکا تھا۔

ولیمے کا فنکشن وسیع ہال میں اریج کیا گیا تھا، جس میں عفیف کی فیملی، فرینڈز وغیرہ مدعو تھے اور علوینہ کی سائیڈ سے بھی سب رشتہ دار مدعو تھے۔ سلیمان صاحب بھی ولیمے کے فنکشن سے پہلے پہنچ چکے تھے۔



اچانک سے ہال کی لائٹس مدھم ہوئی تھیں۔ اور لائٹ نے داخلی دروازے پہ فوکس کیا تھا جہاں پہ وہ دونوں کھڑے تھے۔ ٹی پنگ رنگ کی لانگ میکسی پہنے، اور ہاتھوں میں گلابی پھولوں کا گلدستہ پکڑے وہ حسین ترین لگ رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی سفید تھری پیس جس کی جیب میں گلابی ادھ کھلا گلاب اٹکا تھا وہ مسکراتا ہوا وجیہہ لگ رہا تھا۔ ان دونوں کی انٹری کے ساتھ ہی ہوٹنگ سٹارٹ ہو گئی تھی۔ عقیف کا بازو تھامے وہ پر اعتماد سے انداز میں سیٹج تک آئی تھی۔ سب اس سے آکر مل رہے تھے۔ کچھ لوگ تعریف کر رہے تھے تو کچھ جیلس ہو کر طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے۔

"میری سوچ سے بھی زیادہ بچ رہا ہے یہ کلر آپ پہ؟" عقیف نے اس کی جانب جھکتے ہوئے تعریف کی تھی۔

"یعنی کلر بچ رہا ہے میں نہیں؟" اس نے ہونٹ سیٹرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔ جس پہ وہ مسکرایا تھا۔  
 "بھئی آپ کے حسن کے آگے ان رنگوں کی کیا اوقات۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ علوینہ اس کی بات پہ حیران ہوتی تھی وہ پہلے سے کتنا بدل چکا تھا اور علوینہ کو یہ تبدیلی اچھی لگ رہی تھی۔  
 "ماشاء اللہ میری بیٹی تو بہت پیاری لگ رہی ہے۔" فائزہ بیگم سیٹج پہ آئی تھیں، وہ دونوں ان کو دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ علوینہ ان کے گلے لگی تھی۔

"شکریہ خالہ جان آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" علوینہ نے ہلکا سا ہنستے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ وہ محو سا اس کو ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

دور کہیں وہ کھڑا حسرت سے اس شفاف مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا، جس کو اس نے چند سال پہلے کھودیا تھا اور آج وہ اس کی قدر و قیمت کا اعتراف کر رہا تھا۔ اور ہر چیز کا حساب کتاب کر کے دیکھ لیا تھا مگر اسے اپنا آپ خسارے میں لگ رہا تھا کیونکہ اس کے پاس علوینہ مجتبیٰ نہیں تھی۔ فائزہ بیگم نے اس کو پکارا تھا جو ناجانے کن سوچوں میں گم تھا۔ ان کی بات پہ ہوش کی دنیا میں آیا تھا۔ اس نے



اینویلیپ علوینہ کی جانب بڑھایا تھا۔ جس پہ اس نے ایک بار اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا اور ایک بار چہرے کو۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے، تم آئے میرے لیے یہی خوشی کی بات ہے۔" اس نے دل جلی مسکراہٹ کے ساتھ اسے منع کیا تھا، آج وہ اسے پہلے والی علوینہ لگی تھی۔

"مجھے خوشی ہوگی اگر یہ گفٹ تم لے لو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ علوینہ نے سر کو زرا سا خم دیا تھا جبکہ عفیف پرسکون سا اس کی حرکتوں کو دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اوکے تھینک یو۔" علوینہ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اینویلیپ لے لیا تھا۔ مارب لڑکھڑاتے قدموں سے واپس مڑا تھا۔ جب پیچھے سے آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"یہ پیسے کسی کو چیریٹی کر دو۔" وہ آواز کسی اور کی نہیں علوینہ مجتبیٰ کی تھی۔ جو اس کا دیا اینویلیپ کسی کو پکڑا رہی تھی۔ آج مارب سیف کو اندازہ ہوا تھا جب کوئی اپنا مان توڑتا ہے تو کیسا لگتا ہے۔ بہت سال پہلے مارب کی جگہ پہ وہ کھڑی تھی اور آج تاریخ خود کو دھرا رہی تھی۔ وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پانی پی لو۔" عفیف نے بوتل کھول کر اس کے سامنے کی جسے اس نے تھام لیا تھا۔

"ویسے میرے سے زیادہ ضرورت کسی اور کو تھی۔" کہتی ہوئی وہ خود ہی ہنس پڑی تھیں اس کی ہنسی کا بھرپور ساتھ دیا تھا اس نے بھی۔

"ویسے عفیف تمہیں کبھی برا نہیں لگا مارب کے حوالے سے۔" علوینہ کی بات وہ سمجھ چکا تھا۔

"نہیں۔ مجھے آپ پہ یقین ہے اور جو بھی ہوا وہ ماضی تھا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جس پہ علوینہ نے پرسکون سی مسکان اس کی جانب اچھالی تھی۔

زریاب اور زنجبیل ان دونوں کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔

"کیا پلین ہیں پھر آپ کے گھومنے کے؟" زنجبیل نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کشمیر جائیں گے ہم لوگ ایک ایک کے لیے۔" علوینہ نے ان دونوں کو بتایا تھا۔

"اوہو۔۔۔ گریٹ پھر خوب انجوائے کرنا۔ اب لاہور جا کر بتاتے ہیں؟" زنجبیل کا اشارہ عقیف کے جوتوں کی جانب تھا جس پہ وہ ہنسا تھا۔

"جی سالی صاحبہ۔ ہمارے جوتوں کو اپنے ہاتھوں سے چھپانے کا اعزاز بختیے ہمیں"۔ اس نے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا اس کے انداز پہ وہ سب کھکھلا کر ہنس دیے تھے۔ مہمانوں نے آہستہ آہستہ نکلنا شروع کر دیا تھا۔ علوینہ اور عقیف بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔ کل شام کو ان کو پھر سے واپس آنا تھا۔

"علوینہ؟" گاڑی میں چھائی خاموشی کو اس کی آواز نے توڑا تھا۔ وہ سیٹ کی پشت پہ سر ٹکائے سو چکی تھی۔ اس کی آواز پہ کسمپائی تھی۔

"آپ کافی پیسے گی یا چائے؟" اس نے ہوٹل کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"چائے کافی تو سب پیتے ہیں، مجھے برگر، فرائز اور کولڈ ڈرنک چاہیے۔" علوینہ نے جمائے روکتے ہوئے فرمائش کی تھی۔ جس پہ وہ ہنسا تھا۔ دروازہ کھولتا ہوا وہ گاڑی سے نیچے اترا اور پندرہ منٹ بعد وہ شاپر تھامے گاڑی میں بیٹھا تھا۔

"ایک منٹ رکیں زرا۔" اس نے جھکتے ہوئے اس کی سیٹ کو پیچھے کیا تھا تاکہ وہ آسانی سے بیٹھ کر کھا سکے۔ اود خود بھی ریلکس ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ کھایا تو ان دونوں نے کچھ نہیں تھا۔ اور لاہور پہنچنے میں انہیں دو گھنٹے مزید لگ جانے تھے۔

"تمہیں نہیں لگتا میں کچھ زیادہ ہی چائلڈش بیہو کر رہی ہوں۔" علوینہ نے برگر کی بڑی سی بائے لی تھی۔

"کس نے کہا؟" عقیف نے فرائز منہ میں رکھتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"مجھے خود فیل ہو رہا ہے۔" علوینہ نے ہنستے ہوئے اسے بتایا تھا۔

"خیر مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ بچوں کی طرح جو مرضی فرمائش کریں یا بات کریں مجھے برا نہیں لگتا۔ اور پوری عمر کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔" آخر میں اس نے آنکھ وٹک کی تھی اور اس کے گلے میں برگر کا ٹکڑا پھنس گیا تھا۔ اس نے بے ساختہ کھانسنے شروع کر دیا تھا۔

"یہ لین پانی پیئیں۔۔۔" اس نے پانی اس کے سامنے کیا تھا۔ علوینہ نے اسے سخت گھوری سے نوازا تھا۔ پانی پی کر اس نے بہتر محسوس کیا تھا۔

"بچوں کی طرح فرمائش ضرور کریں پر اس طرح کی حرکتیں مت کریں۔" اس نے مسکراہٹ روکتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں نہ کروں؟" وہ برگر کا آخری نوالہ منہ میں رکھتی ہوئی بولی تھی۔

"کیونکہ پھر مجھے آپ پہ اور پیار آتا ہے۔" اس کے انداز پہ علوینہ کا قبضہ بے ساختہ تھا۔

"لوگ سچ کہتے ہیں جو جیسا دکھتا ہے ویسا نہیں ہوتا اور اب مجھے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے۔" اس نے اس کے بدلتے ہوئے مزاج پہ چوٹ کی تھی۔ اور فرائز کے ساتھ انصاف کرنے کے بعد اب وہ کولڈ ڈرنک ختم کر رہی تھی۔ شاپرز کو ڈسٹ بن میں پھینک کر وہ واپس آ گیا تھا۔

"اب چلیں پھر، پہلے ہی ہم آدھا گھنٹہ ضائع کر چکے ہیں۔" اس نے ٹشو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا۔

"ضائع تو نہیں کیا بلکہ ہم نے انجوائے کیا ہے۔" عقیف نے گاڑی دوبارہ سے سڑک پہ ڈال دی تھی۔ گھر پہنچ کر ان دونوں کا شاندار استقبال کیا گیا تھا۔

"عقیف میں نے آپ کے کپڑے نکال دیے ہیں چینج کر لیں۔" ان کو فارغ ہوتے ہوئے دو بج چکے تھے۔ جب وہ کمرے میں آیا تھا۔ علوینہ سیاہ نائٹ ڈریس میں گھوم رہی تھی۔

"تھینک یو۔" وہ کپڑے اٹھاتا ہوا واشروم میں گھس گیا تھا۔ اس کے پیر ہیلز پہننے کی وجہ سے دکھ رہے تھے۔ پانچ منٹ بعد وہ واشروم سے نکلا تھا۔ اور سامنے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے وہ سو رہی تھی، بال جوڑے سے نکل کر چہرے پہ آرہے تھے۔ اس پہ کمبل درست کرتا ہوا وہ سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ کروٹ لیتے ہوئے چہرے کا رخ اس کی جانب کیا تھا وہ بس خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تجھے دیکھوں روز قریب سے

میرے شوق بھی ہیں عجیب سے

میں نے مانگا ہے بس تجھی کو

اپنے رب اور اس کے حبیب سے

میری آنکھوں میں ہے بس عاجزی

میرے خواب بھی ہیں غریب سے

میرے سب دکھوں کہ دوا ہو تم

ملے کیا سکوں طیب سے  
میں بہت ہی خوش ہوں جوڑ کر  
نصیب اپنے تیرے نصیب سے

اگلی صبح سب ہی لیٹ اٹھے تھے۔ دوپہر کے دو بجے وہ ناشتہ کر رہے تھے۔ لاہور میں گرمی ہو چکی تھی کافی۔ بلکہ پھلکی باتوں کے ساتھ انہوں نے ناشتہ ختم کیا تھا۔

"اما ہم شام کو نکلیں گے۔" علوینہ نے نازیہ بیگم کو بتایا تھا۔  
"نہیں بیٹا آج آپ دونوں رکو گے، تھورا آرام کر لو۔" نازیہ بیگم نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"نہیں آنٹی دادو وہاں اکیلی ہیں۔" عقیف نے ان کو عذر پیش کیا تھا۔

"رومانہ دادو کہہ رہی تھیں کہ ایک دن اور رک جائیں، الماس آپ ان کے پاس ہیں۔" زنجبیل نے دانت نکالتے ہوئے کہا تھا۔ زریاب اسے صبح ڈراپ کر کے جا چکا تھا۔ وہ سب مل کر ان دونوں کو روکنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"چائے۔" علوینہ نے اس سے پوچھا تھا جو فون میں گھسنا جانے کیا دیکھ رہا تھا، اس کی بات پہ سر اٹھا کہ دیکھا۔

"ابھی دل نہیں کر رہا۔" عقیف نے اس دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ایک کام کریں، آپ اوپر میرے روم میں چلیں میں آتی ہوں۔" علوینہ کہتی ہوئی کرسی سے اٹھی تھی۔ اس کے پیچھے ہی وہ اٹھا تھا۔ مسٹ گرین دیواریں اور وائٹ کلر کا مختصر سا سامان اسے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ اس کا کمرہ باہر سے دیکھ چکا تھا مگر اندر سے دیکھنے کا موقع آج ملا تھا۔ کمرے میں ہر چیز ترتیب سے پڑی تھی۔ اس نے بک شیلف پہ پڑی کتابیں دیکھنا شروع کی تھیں۔ دروازہ ناک ہونے پہ اس نے اپنا رخ موڑا تھا۔

"یہ لیں۔" علوینہ نے ڈرنک کا گلاس اس کی جانب بڑھایا تھا جسے اس نے نا سمجھی سے دیکھا تھا۔  
 "یہ پکڑیں تو سہی۔" علوینہ اسے دونوں گلاس تمھاری ہوئی، دروازے کی جانب مڑی تھی اور بند کر کے واپس چلی تھی۔

"یہ میرا فیورٹ جوس ہے۔" اس نے آڑو اور سپرائٹ سے بنایا سوڈا پیتے ہوئے اسے بتایا تھا۔ اے سی آن کرتے ہوئے وہ اس سے گویا ہوئی تھی۔  
 "ہمم مزے کا ہے۔" عفیف کرسی گھسیٹتا ہوا بیٹھ چکا تھا۔ کمرے میں مدھم روشنی جل رہی تھی اور اے سی کی خنک ماحول کو مزید آرام دہ بنا رہی تھی۔  
 "تو کیسا لگا آپ کو میرا کمرہ؟" اس نے خالی گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"نفیس بالکل تمھاری طرح۔" اس کے منع سے بے ساختہ نکلا تھا، اس کی بات پہ وہ ہنسی تھی۔  
 "میں ایک اور چیز دکھاتی ہوں۔" کچھ یاد پہ نے پہ وہ پرجوش ہوتی ہوئی بیڈ سے اٹھی تھی۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ہاتھ میں البم لیے کھڑی تھی۔

"یہاں میرے پاس آجائیں بیڈ پہ۔" اس نے بستر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ عفیف کرسی سے اٹھتا ہوا اس کے ساتھ بیٹھ گیا، جو اسے اپنی سارہ اور ارید کی بچپن کی تصویریں دکھا رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی چھوٹی علوینہ زیادہ کیوٹ ہے یا بڑی علوینہ۔" عفیف نے جان بوجھ کر اسے تنگ کیا تھا۔ دوپانیوں والی علوینہ اسے بے حد کیوٹ لگی تھی۔

"جس کو مرضی کیوٹ کہہ لیں دونوں صورتوں میں تعریف تو میری ہی ہو رہی ہے۔" عفیف اس کے جواب پہ حیران ہوتا ہوا ہنس دیا تھا۔ باتیں کرتے ہوئے ان کو وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا تھا۔ دروازہ بجنے پہ وہ دونوں ہوش میں آئے تھے۔

"سارہ اور اریب بھائی آئے ہیں۔" اریب ان دونوں کو اطلاع دیتا ہوا نیچے جا چکا تھا۔ وہ چپل اڑستی ہوئی بیڈ سے اٹھی تھی۔ اس کے پیچھے ہی عفیف بھی اٹھا تھا، سفید شلوار قمیض، بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ بھی وہ اچھا لگ رہا تھا۔

"ماشاء اللہ کیا روپ آیا ہے ہمارے دلہے پہ۔" اریب اس سے گلے ملتا ہوا بولا تھا۔ اس کی بات پہ عفیف ہنسا تھا۔ اتنا وہ اپنی پوری زندگی میں نہیں ہنسا تھا، جتنا ان سب کی باتوں نے اسے ہنسایا تھا۔  
ڈنر کے بعد وہ سب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جب اس کا فون بجا تھا۔ علوینہ فون لیتی ہوئی سائیڈ پہ ہوئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی؟" اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے پوچھا تھا۔ عفیف روم میں آرام کر رہا تھا۔

"اوپر آئیں روم میں جلدی؟"

"کیوں میرے بغیر دل نہیں لگ رہا کیا؟" علوینہ کو شرارت سو جھی تھی۔

"آپ کے بغیر تو لگ رہا ہے مگر سبز آنکھوں کے بغیر نہیں۔" اس کی آواز سکیڑ سے گونجی تھی اور ایک سیکنڈ میں اس کی ہارٹ بیٹ کو منتشر کر چکی تھی۔

"اچھا آرہی ہوں میں۔" علوینہ نے فون کاٹا اور گہرا سانس لیتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ جہاں پہ وہ گرے سویٹ پیٹ اور بلیک شرٹ میں ملبوس اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کہیں جارہے ہیں؟" علوینہ نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ جس پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"کچھ کفر ٹیبل سا پہن لیں، گھومنے چلتے ہیں۔" عقیف نے پیٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے۔" وہ سر ہلاتی ہوئی اپنے کمرے لیتے ہوئے واشروم میں چلی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پریل ٹراؤزر پہ پریل ہی شرٹ پہنے نکلی تھی۔

"چلیں۔" عقیف نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا۔ جسے اس نے جھجھکتے ہوئے تھام لیا تھا۔ عقیف اس کے ساتھ پکڑتا ہوا اپنے ساتھ لے کر چلنے لگا۔ گھر سے وہ دونوں گاڑی پہ نکلے تھے۔

"ویسے ہم جاکدھر رہے ہیں؟" علوینہ نے اس سے سوال کیا تھا۔

"لانگ ڈرائیو پہ۔" اس نے گاڑی میں دھیمسا میوزک آن کر دیا تھا۔ چاند پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان پہ چمک رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ آنکھیں موندے وہ ہر چیز کو خود میں جذب کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اگلے روز ان کی واپسی اسلام آباد ہو گئی تھی۔ دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ اکتوبر کے اوائل دنوں میں اسلام آباد کا موسم خوشگوار تھا۔ شام کے وقت ہلکی ہلکی سی ہوا چل رہی تھی، سورج کی آخری کرنیں سارے آسمان پہ پھیلی تھیں۔ سیاہ گاڑی پورچ میں آکر رکی تھی۔ سیاہ تھری پیس میں ملبوس وہ تھکا سا گاڑی سے اترا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نیلے ٹو پیس سوٹ میں علوینہ گاڑی سے نکلی تھی۔

"اسلام علیکم! دادو جان۔" علوینہ گھر میں داخل ہوتی اپنا بیگ صوفے پہ رکھتی ہوئی ان سے لپٹی تھی۔



"وعلیکم السلام! میری پیاری بیٹی آگئی۔" رومانہ بیگم نے اس کا سر چومتے ہوئے محبت سے کہا تھا۔  
 "دادو میں بھی آپ کا کچھ لگتا ہوں۔" عقیف نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"کیوں آپ کو جیلیسی ہو رہی ہے؟" اس نے کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اپنے شوہر کو گھورا تھا۔  
 "نہیں بھئی مجھے کیوں جیلیسی ہونے لگی۔" اس نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے تھے۔ اس کی حرکت پہ رومانہ بیگم کھکھلا کر ہنسی تھیں۔

"دادو آپ نے کھانا کھا لیا؟" علوینہ نے ان سے پوچھا تھا۔

"ہاں جی میں نے کھالیا تھا، آپ دونوں فریش ہو جائیں رقیہ کھانا لگاتی ہے۔" رومانہ کیانی نے ہنستے ہوئے ان دونوں سے کہا تھا۔ وہ دونوں ان کی بات پہ سر ہلاتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھے تھے۔  
 "عقیف! علوینہ نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کا نام لیا تھا، جس پہ وہ اس کی جانب مڑا تھا۔

"جی۔" شیریں لہجے میں کہا گیا تھا۔ علوینہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے آئی اور ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے بال بکھیر دیے۔ عقیف نے بغور اس کی حرکت کو دیکھا تھا اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتا وہ بھاگتی ہوئی روم کی جانب بڑھی تھی۔

"پہلے میں شاور لوں گی، ایسے روز آپ پہلے گھس جاتے ہیں۔" وہ بچوں کی طرح زبان چڑھاتی ہوئی بھاگی تھی، عقیف اس کی بچوں جیسی حرکت پہ ہنستا رہ گیا تھا۔ دس منٹ بعد وہ آرام دہ کپڑوں میں ملبوس باہر نکلی تھی، جبکہ عقیف بستر پہ اڑا ترچھا ہو کر پڑا تھا۔

"میں آپ کی ہر بات ایسے ہی مان لیتا ہوں، ایسی حرکتوں کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اس کی ناک کی چونچ کو انگلی سے دباتا ہوا، واشروم کی جانب بڑھا تھا۔ جبکہ وہ اپنے بالوں میں کنگھی چلانے لگی تھی۔

روپوش علاقے میں موجود اس اپارٹمنٹ کو دیکھیں تو اس کی حالت اس وقت قدر بگڑی ہوئی تھی۔ وجہ ان دونوں میاں بیوی کی لڑائی تھی۔ جو ناجانے کس وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

"لال بیگ تم رکو ایک منٹ زرا تمہیں تو میں بتاتا ہوں۔" زریاب کشن کے کرچختا ہوا اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا جبکہ وہ اپنے دفاع کے لیے کبھی صوفے سے چھلانگ مار کے ادھر تو کبھی ادھر۔

"پہلے روک تو لو مجھے۔" وہ اسے اور چڑاتی ہوئی بھاگی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں رک جاؤ!" وہ چلایا تھا، مگر اگلے بندے پر اس کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"ہاں تاکہ تم مجھے پکڑ لو۔" لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پہ ہاتھ سوال کیا گیا تھا۔

"آہ!" زریاب نے اچانک سے چیخ ماری تھی۔ اور اپنا گھٹنا تھامتا ہوا وہ زمین پہ دھرا ہوا تھا۔

"زریاب کیا ہوا ہے؟" زنجبیل نے دور کھڑے ہو کر تصدیق کی تھی کہ کہیں ایکٹنگ تو نہیں کر رہا۔

"بہت زور سے لگا ہے۔" دبی دبی آواز میں کہا تھا، جس پہ زنجبیل فوراً اس کی جانب لپکی تھی۔

"ہاتھ ہٹاؤ مجھے دیکھنے دو۔" اس نے پریشان ہوتے ہوئے اس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا تھا تاکہ دیکھ سکے چوٹ تو نہیں لگی گئی۔ اچانک سے زریاب نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"اب بتاؤ مانو بلی کہاں جاؤ گی بھاگ کر ہنہ؟" اس نے کان کی جانب ہوتے ہوئے کہا تھا۔ زنجبیل نے ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کر دیے تھے۔

"چھوڑو مجھے بدتمیز!" وہ اس پہ چیخی تھی۔

"چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑا تھا میں نے تمہیں۔" زریاب نے دانت دکھاتے ہوئے کہا تھا۔  
 "بد تمیز! میں کہہ رہی ہوں مجھے چھوڑو۔" وہ اس کے ہاتھ کی گرفت کو ڈھیلی کرنا چاہ رہی تھی مگر نا  
 سود۔

"نا چھوڑوں تو؟" اس نے بھوری آنکھوں میں چیلنجنگ انداز سے دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔  
 "تم واقع نہیں چھوڑ رہے۔" زنجبیل نے اپنی آنکھیں اس کے چہرے پہ گاڑھی تھیں۔ اور آہستہ سے  
 ان میں نمی بھر آئی تھی جو کہ اس کا پرانا حربہ تھا۔

"آج نہیں میں پاگل بننے والا تمہارے آنسوؤں سے۔" زریاب نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے نفی میں سر  
 ہلایا تھا۔ اچانک سے گرم مائع گالوں پہ لڑکھنا شروع ہو گیا تھا۔

"تم مجھ سے پیار نہیں کرتے۔" بھری ہوئی آنکھوں سے اس نے شکوہ کر ڈالا تھا جبکہ وہ اس ڈرامے باز  
 کو دیکھ رہا تھا جو مگر مجھ کے آنسو بہا رہی تھی۔

"آہ میں نے ایسا کب کہا؟ رونا بند کرو۔" زریاب نے اسے ڈپٹا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں تو اور کیا مجھے گھمانے نہیں لے کر گئے تم۔ شادی سے پہلے ہر ہفتے لے کے جاتے تھے اب مہینے  
 میں ایک بار۔" اس نے سو سو کرتے ہوئے کہا تھا، زریاب کو بے ساختہ اس پہ پیار آیا تھا۔

"او میری مانو بلی! اتنی سی بات پہ رو رہی ہے۔" اس نے تو تلی زبان میں کہتے ہوئے اسے اپنے ساتھ  
 لگایا تھا۔

"جھوٹے بس فرضی باتیں ہی آتی ہیں تمہیں۔" زنجبیل نے منہ بناتے ہوئے اس کو دیکھا تھا۔

"نہیں تو! چلو اٹھو میں اپنی بلی کو کچھ کھلا کر لاتا ہوں۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔ گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور موبائل جیب میں رکھتا۔ اس کا ہاتھ تھامے اپارٹمنٹ سے باہر نکلا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سٹریٹ فوڈ کھانے بیٹھے تھے۔ زنجبیل کی فرمائش پہ وہ اسے مٹکا فراگز کھلانے لایا تھا۔

"اب اپنے چہرے کی خوشی دیکھو، بس شوہر کو تنگ کرنا ہوتا ہے۔" وہ اس کو سکون سے کھاتا دیکھ کر بولا تھا۔

"ہمم تو اور کس کو تنگ کروں میں؟ ساتھ والے شمشاد کو؟" زنجبیل نے فائز منہ میں رکھتے ہوئے کہا تھا اور زریاب اس کے سوال پہ ہنسنا شروع ہو گیا تھا۔

"لوگ سچ ہی کہتے ہیں کزن سے شادی نہیں کرنے چاہیے اور وہ بھی محبت کی شادی۔۔۔!" اس نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگائے تھے، زنجبیل نے اس کے پیر پہ پیر مارا تھا۔

"تو اور تم نے ساتھ والوں کی شکلیہ سے شادی کرنی تھی ہنہ؟" اس نے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"خیر تو ہے آج ساتھ والے بہت یاد آرہے ہیں تمہیں؟" زریاب کھاکم رہا تھا اس کو تنگ زیادہ کر رہا تھا

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں! لیکن تمہاری حرکتوں کی وجہ سے ضرور یاد آرہے ہیں۔" اس نے آنکھیں گھمائی تھیں۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد زریاب نے اسے گجرے دلائے تھے جس کی وجہ سے اس کو موش اور خوشگوار ہو گیا تھا، بس چھوٹی چھوٹی چیزوں سے وہ خوش ہو جایا کرتی تھی۔

آپ سے مل کر ہم کچھ بدل سے گئے

شعر پڑھنے لگے گنگنانے لگے  
 پہلے مشہور تھی اپنی سنجیدگی ،  
 اب تو جب دیکھیے مسکرانے لگے  
 ہم کو لوگوں سے ملنے کا کب شوق تھا  
 محفل آرائی کا کب ہمیں ذوق تھا  
 آپ کے واسطے ہم نے یہ بھی کیا  
 ملنے جلنے لگے آنے جانے لگے  
 ہم نے جب آپ کی دیکھیں دلچسپیاں ،  
 آگئیں ہم میں بھی تبدیلیاں  
 اک مصور سے بھی ہوئی دوستی  
 اور غزلیں بھی سننے سنانے لگے  
 آپ کے بارے میں پوچھ بیٹھا کوئی  
 کیا کہیں ہم سے کیا بدحواسی ہونیں  
 کہنے والی جو بات تھی وہ ہو نہ سکی ،  
 بات جو تھی چھپانی، بتانے لگے  
 عشق بے گھر کرے، عشق بے در کرے

Safar-e-Adab  
 BEING THE STRING OF YOUR KITE

عشق کا سچ ہے کوئی ٹھکانہ نہیں  
ہم جو کہ تک ٹھکانے کے تھے آدمی  
آپ سے مل کر کیسے ٹھکانے لگے

سورج کی آخری کرنیں رینگ کر کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ سیاہ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وہ صوفے پہ بیٹھا، لیپ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا۔ ساتھ ساتھ کچھ گنگنانے میں مصروف تھا۔ علوینہ دھوپ سے آکر اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اس نے ایک نظر اسے غور سے دیکھا اور مسکرا دیا۔ علوینہ کو دیکھتے ہی مسکراہٹ اس کے چہرے کا حصہ بن جاتی تھی۔

"کیا ہوا؟" عقیف نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"میں بور ہو رہی ہوں۔" اس نے کشن گود میں رکھتے ہوئے منہ بسورا تھا۔

"ایک عدد شوہر کے ہوتے ہوئے بھی بور ہو رہی ہیں۔" اس نے اسے ہنسانا چاہا تھا۔ جس پہ علوینہ نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"شوہر جب اپنے آفس کے کاموں میں مصروف ہو تو بیوی کیا کرے؟" اس نے ٹھوڑی ہاتھ پہ ٹکاتے ہوئے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا تھا۔ جو پر شوق نظروں سے اس پر جمیں تھیں۔

"تو شوہر اپنے آفس کے کام چھوڑ سکتا ہے۔" اس نے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ کی سکرین کو گرا دیا اور اپنا رخ اس کی جانب موڑا۔

"تو اب بتائیے بیگم۔۔۔ آپ کی بوریت کا کیا کریں؟" عقیف نے صوفے کی پشت پہ کہنی ٹکاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مجھے کیا پتہ، اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔" علوینہ نے منہ بسورے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔

"کافی پینے چلیں؟" عفیف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا کیونکہ علوینہ کا پسندیدہ کام کافی کے ساتھ براؤنیز انجوائے کرنا تھا۔

"نہیں یہ اس سے بھی بورنگ کام ہے، موڈ نہیں ہے میرا۔" اس کی بات پہ عفیف نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"جھولے لینے چلیں پھر؟" عفیف نے طنزیہ کہا تھا۔

"ہاں یہ آئیڈیا مجھے پہلے کیوں نہیں آیا۔ ایموزمنٹ پارک چلتے ہیں۔" اس نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ اس کی بات پہ حیران ہوتا رہ گیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے جاؤ تیار ہو جاؤ۔" عفیف نے اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے اسے کہا تھا۔ جو خوشی سے فون پہ کسی کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ بیل جا رہی تھی۔ اگلی بیل پہ کال اٹھالی گئی تھی۔ عفیف فریش ہونے کے لیے واشروم میں چلا گیا تھا۔

"ہیلو بیلا! تم فری ہو؟" علوینہ نے کال ملتے ہی اس سے سوال کیا تھا۔

"نہیں میں بہت ایکسپنسیو ہوں۔" دوسری جانب سے ہمیشہ کی طرح الٹا جواب آیا تھا۔

"یہ ٹھنڈی جگتیں بعد میں مارنا۔ پہلے میری بات سنو۔ میں اور عفیف ایموزمنٹ پارک جا رہے ہیں۔ تم دونوں بھی چلو گے ہمارے ساتھ؟" علوینہ نے اسے بتایا تھا۔

"زریاب گھر پہ نہیں ہے وہ اپنے کسی دوست سے ملنے گیا ہے۔" زنجبیل نے اسے بتایا تھا۔

"اچھا میں تمہیں پک کر لیتی ہوں آدھے گھنٹے تک تیار رہنا اوکے۔" علوینہ نے اسے حکم دیا تھا۔

"اور زریاب؟" زنجبیل کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ علوینہ نے نکصیں گھمائیں تھیں۔

"میں عقیف سے کہتی ہوں وہ اسے کال کر کے بلا لیں گے۔ لیلا کے مجنوں کو۔ اب تیار ہو جاؤ۔" اس نے کہتے ہوئے کال کاٹ دی تھی۔ اور اپنے لیے کپڑے نکالنے لگی۔ پریل سویٹ شرٹ کے ساتھ سیاہ سویٹ پیٹ پہنے، بالوں کا میسی بن بنائے، کراس ہاڈی پہنے وہ جو گرز پہن رہی تھی۔ جب عقیف روم میں داخل ہوا۔ جینز اور وائٹ شرٹ پہ دینم جیکٹ پہنے وہ اس کو دیکھ رہا تھا۔

"چلیں میڈم۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا، جسے علوینہ نے ہنستے ہوئے تھام لیا تھا۔

"ایس باس۔" وہ کہتی ہوئی اس کے ساتھ چلنا شروع ہو گئی۔ رومانہ کیانی سے ملنے کے بعد وہ دونوں زنجبیل کو پک کرنے کے لیے گئے تھے۔

"ہیلو! بے بی۔" زنجبیل چہکتے ہوئی اپنی دوست سے ملی تھی جبکہ عقیف ان کو دیکھ رہا تھا کہ مل تو ایسے رہی ہیں جیسے دو صدیوں کی بچھڑی ہوئی ہیں حالانکہ کل ہی ملی تھیں۔

"یہ تمہارے لیے۔" علوینہ نے لال گلاب اپنی سہیلی کو پکڑا دیا تھا۔ جو کہ تقریباً اسی کی طرح کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ بس اس نے گلابی شرٹ پہن رکھی تھی اور بھورے بالوں کی پونی بنا رکھی تھی۔

"تھینک یو۔" وہ مسکراتے ہوئے گاڑی میں بیٹھی تھی۔ عقیف نے فون آن کر کے سپیکر پہ لگایا تھا۔ ساتھ ساتھ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"زریاب کدھر ہو؟" عقیف نے اس سے پوچھا تھا۔ جبکہ وہ دونوں سکون سے بیٹھی تھیں۔ علوینہ نے اپنے ہاتھ میں گلابی رنگ کا گلاب پکڑ رکھا تھا اور اس کو گھمانے میں مصروف تھی۔

"میں زرا فرینڈز کے ساتھ تھا۔ خیریت۔" اس کی آواز گاڑی میں پھیلی تھی۔

"ہاں ہم سب گھومنے جا رہے تھے تو تم بھی آ جاؤ۔" عقیف نے اسے بتایا تھا۔



"میں ضرور آتا لیکن زنجبیل گھر پہ انتظار کر رہی ہوگی۔" اس کی بات پہ علوینہ نے زنجبیل کو شیر نظروں سے دیکھا تھا جیسے کہہ رہی ہو اتنی فکر اوئے ہوئے۔!

"زنجبیل بھی ہمارے ساتھ ہی ہے اب آجاو۔" عفیف نے کہتے ہوئے کال کٹ کر دی اور اسے لوکیشن بھیجی تھی۔

"عفیف بھائی آپ ابھی تک اس کو پنک روز ہی لے کے کر دیتے ہیں۔" علوینہ کی شادی کے بعد سے وہ اسے بھائی کہتی تھی بقول اس کے اب وہ اس کا بہنوئی ہے تو عزت و تکریم کا حق دار ہے۔

"ہاں کیونکہ مجھے پسند ہیں۔" عفیف نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا اور اس پسندیدگی کے پیچھے کی وجہ وہ دونوں جانتی تھیں۔ اس نے پارکنگ میں گاڑی کھڑی کی، زریاب بھی پانچ منٹ بعد وہاں پہ ان کو جوائن کر چکا تھا۔

"عفیف اس جھولے پہ بیٹھتے ہیں۔" علوینہ نے سامنے چلتے جھولے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ اس جھولے کی سپیڈ دیکھ کر اس نے ایک بار علوینہ کو اور ایک بار جھولے کو دیکھا تھا۔

"آر یو شیور کہ اس سے زندہ بچ کے آجاو گی؟" اس نے تفتیشی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"لیس۔" اس نے زور زور سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"زنجبیل، زریاب چلو گے؟" عفیف نے ان دونوں سے پوچھا تھا جس پہ انہوں نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"عفیف چلو۔" علوینہ اس کو بازو پکڑتی ہوئی جھولے کی جانب بڑھ گئی۔

"وینہ ایک بار پھر سوچ لو۔" عفیف نے اس کی بیلٹ بند کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"تمہیں ڈر لگ رہا ہے تو جاسکتے ہو۔" علوینہ نے اس کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ وہ ہنسا تھا۔

"مجھے ڈر نہیں لگتا میں تمہاری وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ جیسے تمہاری مرضی۔" اس نے کہتے ہوئے کندھے اچکاتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جھولا سٹارٹ ہوا تھا، اس کی سپیڈ بڑھتی جا رہی تھی۔

"عفیف یہ اتنی تیز کیوں چل رہا ہے؟" وہ تقریباً چیخی تھی۔ عفیف کا بازو تھامتے ہوئے اس نے آنکھیں میچی تھیں۔

"وینہ جانی میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا۔" وہ ہنستا ہوا کہہ رہا تھا۔ اور علوینہ اس کے بازو کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ اور وہ مسلسل اس کی حالت پہ ہنس رہا تھا۔

"یار جھولا رکوا دو۔" اس نے منت بھرے انداز میں کہا تھا، اس کا جی متلا رہا تھا۔

"رک جاتا ہے ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اس نے اس کا بازو تھپکا تھا۔ اللہ اللہ کر کے وہ جھولے سے اتری تھی، سر مسلسل چکرا رہا تھا۔ عفیف نے اس کا بازو نہ پکڑا ہوتا تو یقیناً وہ گر چکی ہوتی۔

"یہ لو پانی پیو، میں نے تو منع کیا تھا۔" وہ اس کے سامنے پیچوں کے بل بیٹھا تھا۔ اور پانی کی بوتل اس کو پکڑائی، جبکہ زنجبیل اس کی حالت پہ ہنس کر پاگل ہو رہی تھی۔

"وینہ چلو اب دوسری رائڈ پہ چلتے ہیں۔" زنجبیل نے اس کا بازو پکڑا تھا۔

"نہیں اس کو ابھی رہنے دو، تم دونوں انجوائے کرو۔" عفیف نے زنجبیل کو نرمی سے منع کیا تھا۔

"علوینہ اب دھیان سے۔" زریاب جاتے ہوئے تنگ کرنا نہیں بھولا تھا، عفیف اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ وہ سکون سے ارد گرد چہل پہل دیکھ رہا تھا۔

"کچھ کھاؤ گی وینہ۔" عفیف نے اس سے نرمی سے پوچھا تھا۔

"ہاں بہادر ہونے کی گولیاں۔" اس نے رونے والی صورت بناتے ہوئے کہا تھا۔ عقیف نے ہنستے ہوئے اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"آپ جیسی ہیں ویسی ہی اچھی ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا جبکہ علوینہ نے ناک منہ بسورے ہوئے اسے پیچھے کیا تھا۔ ایمیزمنٹ پارک سے فارغ ہونے کے بعد وہ سب ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ کھانا سرو کیا جا چکا تھا۔ سارے میں انتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس نے پہلے علوینہ کے لیے کھانا نکالا تھا۔

"ویسے آج تو مزہ آگیا مجھے گھومنے کا۔" زنجبیل نے کھانا کھاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔  
 "واقع ہی بچپن کے دن یاد آگئے تھے۔" زریاب نے اس کے ساتھ حامی بھری تھی۔

"علوینہ کو تو زیادہ ہی مزہ آیا ہے آج۔" عقیف نے نوالہ حلق سے اتارتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔  
 "ہاں بہت زیادہ، اتنا زیادہ کہ پوری زندگی نہ بھولوں میں۔" اس نے طنزیہ مسکراہٹ اچھالی تھی۔ ڈنر کے بعد وہ اپنے گھروں کو نکل گئے تھے۔ ایک اور دن کا اختتام ہو گیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وقت کا کام ہے گزرنا اور وہ اپنے کام میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اسلام آباد کا موسم معمول سے ہٹ کر خوشگوار تھا۔ شام کے وقت مدھم سروں پہ ہوا چل رہی تھی۔ سورج کی آخری کرنیں آسمان پہ موجود تھیں۔ سیاہ ہاف سلیو شرٹ، اور ٹراؤزر پہنے وہ بالکونی میں کھڑا تھا، جب اس کی توجہ کسی میٹھی سی آواز نے کھینچی تھی۔

"عمیر بیٹے! یہ آپ نے کہاں سے لیا؟" وہ چھ سالہ عمیر سے جھک کر پوچھ رہی تھی، جو ناجانے ہاتھ میں کوئی سیاہ رنگ کی چیز پکڑے کھڑا تھا۔

"خالہ یہ مجھے میرے دوست نے دیا تھا۔" اس نے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپائی تھیں۔

"اچھا یہ مجھے دکھاؤ۔" علوینہ نے اسے ہاتھ میں پکڑا تھا اور ساتھ ہی چھوڑ دیا تھا، وہ عجیب سا محسوس ہوا تھا کچھ چپکنے والا، اسے کراہت محسوس ہوئی تھی۔

"یہ کیسی گندی چیزیں لے لیتے ہو آپ، چلو آؤ ہیڈ واش کریں پھر میں آپ کو فرائز بنا کر دیتی ہوں۔" وہ اس کو پیار سے سمجھاتی ہوئی، ہاتھ تھام کر اندر لے آئی جبکہ عفیف مسکراتا ہوا اس کی آواز کو سن رہا تھا۔ علوینہ کی آواز عفیف سلیمان کے جسم میں توانائی بھر دیتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے نکلا تھا، فرائز کی خوشبو سارے میں پھیل رہی تھی۔

"اتنے مزے کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟" عفیف اونچی آواز میں کہتا ہوا باہر آیا تھا، اس کی آواز پہ کچن شلف کے پاس سٹول پہ بیٹھے عمیر نے سر اٹھایا تھا۔

"کچن سے آرہی ہے۔" اس نے معصومیت سے بتایا تھا، وہ بالکل اپنے باپ کے جیسا تھا۔

"اوہ اچھا، مجھے لگا کہیں اور سے آرہی ہے۔" عفیف اس کے بال بکھیرتا ہوا ساتھ والے سٹول پہ بیٹھ گیا۔

"وینہ خالہ عفیف کو بھی فرائز دیں۔" اس کی بات پہ علوینہ کی ہنسی چھوٹی تھی جبکہ عفیف نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"عفیف چاچو ---" عفیف نے ہنستے ہوئے اسے بتایا تھا۔

"وینہ خالہ آپ کو عفیف کہتی ہیں؟" عبیر نے چھوٹا سا احتجاج کرنا چاہا تھا۔

"وہ کہہ سکتی ہے۔" عفیف نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"عبیر عفیف آپ سے بڑے ہیں۔ اور بڑوں کو ان کے نام سے نہیں پکارتے۔" علوینہ نے شلف پہ فرائز کی پلٹ رکھی اور کیچپ کی پیالہ ان کی جانب کھسکائی۔

"اوکے وینہ خالہ۔" اس نے سمجھداری سے سر ہلایا تھا اور آلو کو دانتوں سے کترنے لگا۔ عبیر تھوڑی دیر بعد وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ اب صرف وہ دونوں ہی وہاں موجود تھے۔

"علوینہ ادھر بیٹھو۔" عفیف نے اس کو اپنے ساتھ والے سٹول پہ بیٹھایا تھا اور پلیٹ اس کی جانب کھسکائی تھی۔

"آج کا دن کیسا گزرا؟" علوینہ نے فرائز کھاتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔ علوینہ اور زنجبیل اپنے پراجیکٹ پہ کام کر رہی تھیں جس کی وجہ سے وہ دونوں آفس نہیں جا رہی تھیں۔

"اچھا تھا لیکن تمہارے بغیر مجھے مزہ نہیں آیا۔" عفیف نے آخر میں برا سا منہ بنایا۔

"آفس میں کام کرنے جاتے ہیں، مزے لینے نہیں۔" علوینہ نے آنکھیں گھمائی تھیں۔ جس پہ عفیف ہنسا تھا۔

"زیادہ چالاک نہیں ہو رہی آج کل؟" عفیف نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"میں تو شروع سے ہی ایسی ہوں بس کبھی آپ کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔" اس نے شیخی بھگانے والے انداز میں کہا تھا۔

"صحیح ہوا جو میرا واسطہ نہیں پڑا، صرف ان آنکھوں سے واسطہ پڑا تھا اور بہت ہی بھاری پڑا تھا مجھے۔" اس نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا، علوینہ اس کی بات پہ ساکت رہ گئی تھی پھر یکدم ہی مسکرا دی۔

"You are man of my dreams ,I love you."

علوینہ نے یکدم ہی کہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں جو کہ اس کی بات کی سچائی بیان کر رہی تھیں۔ عقیف اس کے بدلتے رنگوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

"چلو آؤ اسی خوشی میں تمہیں پاستہ کھلاتا ہوں۔" عقیف اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا کچن میں لے گیا، ایپرن پہننے کے بعد اس نے احتیاط سے چیزوں کو بنانا شروع کیا۔ علوینہ آرام سے مہارت سے چلتے اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

شونہی شباب حسن تبسم حیا کے ساتھ  
دل لے لیا ہے آپ نے کس کس ادا کے ساتھ

چند سال بعد:

فروری کے درمیان میں موسم خوشگوار تھا، ہر جانب بہار کی آمد تھی، پھولوں کی خوشبو سارے میں پھیل رہی تھی، سورج پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان پہ موجود تھا۔ اورنج رنگ کی چھوٹی سی عمارت جو

پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی، اندر داخل ہوتے ہی ریسپشن ڈیسک تھا۔ اس کے پیچھے ہی بڑے بڑے  
جہوں میں کمپنی کا نام لکھا گیا تھا۔ اور ویڈنگ ایئر یا میں صوفے رکھے گئے تھے۔

سیاہ ملگجے سے لباس میں وہ سٹاف کو ہدایات دے رہی تھی۔

"ہیلو باس"! گھمبیر مردانہ لہجے پہ وہ مڑی تھی، اور اس کے سامنے ہی سیاہ ڈریس پینٹ، سیاہ بٹن شرٹ  
پہنے وہ کھڑا تھا۔ علوینہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"ویلم"! علوینہ نے مسکراتے ہوئے عقیف سے کہا تھا۔

"لگتا ہے کافی زور و شور سے کام ہو رہا ہے۔" اس نے ارد گرد پھیلے پلیئرز وغیرہ کو دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا  
تھا۔

"ہاں۔۔۔ وہ بس ویڈنگ سیزن چل رہا ہے نہ۔" علوینہ نے اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔  
"زنجبیل نظر نہیں آرہی؟" عقیف نے متلاشی نظروں سے پوچھا تھا۔

"کسی نے مجھے یاد کیا؟" آسمانی رنگ کے کرتا پاجامہ پہنے، بھورے بالوں کا جوڑا بنائے وہ ہمیشہ کی طرح  
چھپھاتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی، وہ بالکل ویسی کی ویسی تھی، ایک ہاتھ میں دو پونیوں والی بچی کو اٹھائے  
، جس کی عمر لگ دو سال ہوگی، شہد رنگ آنکھیں باپ سے چرائی گئی تھیں۔ بھورے بال اور نقوش ماں  
جیسے تھے۔

"ہائے! زینی۔۔۔" عقیف نے، زنجبیل سے زینا کو لیا تھا۔ زریاب اور زنجبیل کی بیٹی۔ عقیف نے اس  
کے دونوں گالوں کو باری باری چوما تھا، جس پہ وہ کھکھلائی تھی۔

"علوینہ مس، افتخار کی کال دی تھی، وہ اپنے ایونٹ کی ڈیکور میں کچھ چیچجز کرنا چاہ رہی تھیں۔ میں نے ان کو پرسوں کا ٹائم دے دیا ہے۔" زنجبیل نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اسے اطلاع دی تھی۔ زنجبیل اور علوینہ نے اپنا بزنس سٹارٹ کر رکھا تھا جو کہ اب تک اچھا جا رہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر میں گھر کے لیے نکل رہی ہوں۔ سارہ اور اریب آج گھر آرہے ہیں۔" علوینہ نے اپنا بیگ اٹھایا اور موبائل میز سے پکڑا۔ عقیف زینیا کو زنجبیل کے حوالے کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے اللہ حافظ۔" زنجبیل اس سے گلے ملی تھی۔ علوینہ نے زینیا کے گال کھینچتے تھے۔ جس پہ اس نے اپنی ناک سکوڑتی تھی۔

"اچھا شام کو چکر ضرور لگانا زریاب کے ساتھ۔" علوینہ جاتے ہوئے اسے دعوت دینا نہیں بھولی تھی۔ عقیف نے اس کے لیے فرنٹ ڈور اوپن کیا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی اندر بیٹھی تھی۔ گھوم کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اور گاڑی سڑک پہ ڈال دی تھی۔

"ہماری شادی کو ڈھائی سال ہو گئے ہیں۔ وقت کتنی تیزی سے گزر رہا ہے نہ؟" علوینہ نے سیٹ کی پشت پہ سر ٹکادیا تھا۔ وہ اس کی بات پہ مسکرا دیا تھا۔

"واقع ہی بہت جلدی وقت گزر رہا ہے۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی تھی۔ اس نے پھول فروش کے پاس گاڑی کو بریک لگائی تھی۔ علوینہ نے آنکھیں کھولنے کی زحمت نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ کیا لینے گیا ہے۔

"یہ لیں آپ کے پھول۔" اس نے گلابی رنگ کے گلاب اسے تھمائے تھے، علوینہ نے مسکراتے ہوئے تھام کر اپنے ناک کے پاس کیے تھے۔



"شکریہ۔" وہ مسکرا دی تھی، عفیف کے لیے اس کی چھوٹی سی مسکراہٹ بہت اہم تھی۔ گھر پہنچ کر اس نے رقیہ بیگم کے ساتھ کچن میں کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ سارہ اس سے کتنی دیر بعد ملنے کے لیے آرہی تھی اور اس سے زیادہ خوشی علوینہ کو اپنے بھانجے سے ملنے کی تھی۔ شام کو چار بجے گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔ علوینہ دروازے کی جانب لپکی تھی۔ وہ صبح والے لباس کی نسبت اب پیلے رنگ کے پرنٹڈ شلوار قمیض میں ملبوس تھی، چہرے پہ ہلکا پھلکا سامیک اپ کیے وہ نکھری نکھری معلوم ہو رہی تھی۔

"اسلام علیکم! خالہ کی جان۔" علوینہ نے دو سالہ عزیز بیگ کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔ اور پھر باری باری اس کے سب جیسے گالوں کو چوما تھا۔

"خالہ بھانجے کا پیار ختم ہو گیا ہو تو اپنی بہن سے بھی مل لو۔" سارہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ علوینہ ہنستی ہوئی سارہ سے بغل گیر ہوئی تھی۔ اریب گاڑی کو لاک کرتا ہوا آرہا تھا۔ عفیف سے گلے ملتا ہوا وہ اندر کی جانب بڑھا تھا۔ رومانہ کیانی لاونج میں بیٹھی تھی۔ ان سے ملنے کے بعد وہ وہیں بیٹھ گئے تھے۔ رقیہ بیگم نے جوس اور دیگر لوازمات میز پہ سجا دیے تھے۔

اریب اور عفیف اپنا کوئی ٹاپک لے کر بیٹھے تھے، جبکہ سارہ رومانہ بیگم کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔ اور عزیز علوینہ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

"زنجبیل نہیں آرہی وینہ بیٹا؟" رومانہ کیانی نے علوینہ سے پوچھا تھا۔ جس پہ اس نے گھڑی پہ نظر دوڑائی تھی۔

"دادو میں کال کرتی ہوں اسے نے والی ہوگی۔" علوینہ کہتی ہوئی وہاں سے نکلی تھی۔ اور زنجبیل کو کال ملائی۔

"ہیلو بیلا۔ کب تک آرہی ہو؟" اس نے کال ملتے ہی سوال کیا تھا۔

"بس پانچ تک پہنچ رہی ہوں۔" دوسرے جانب سے آواز ابھری تھی۔ اور ٹھیک دس منٹ بعد دروزی کھلنے کی آواز آئی تھی۔ زریاب، زنجبیل اور زینیا کے ہمراہ لاونج میں داخل ہوا تھا۔

"اسلام علیکم!" زریاب نے خوشدلی سے سلام لی تھی۔ اور عفیف اور اریب سے بغل گیر ہوا۔ جبکہ زنجبیل تو اپنے بھتیجے کو ملنے میں مصروف تھی۔ اور اس سب میں زینیا خود کو اگنور ہوتا محسوس کر کے رومانہ بیگم کی گود میں بڑھ کر بیٹھ چکی تھی۔ زنجبیل اور علوینہ نے ڈانگ ٹیبل سیٹ کیا تھا۔ سب میز کے ارد گرد بیٹھے تھے۔

"لگتا ہے آج علوینہ نے کھانا بنایا ہے۔" اریب نے میز پہ پڑی ڈشز پہ نظر دوڑاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"جی بھائی میں نے بنایا ہے۔ آپ کھا کر دیکھیں مزہ نہ آیا تو پیسے واپس۔" اس نے مزاحیہ انداز میں کہا تھا جس پہ سب ہنسے تھے۔

"وہ تو مجھے پتہ ہے، تمہیں کھانا بہت اچھے سے بنانا آتا ہے۔" اریب نے کباب کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یار عفیف تمہاری تو موجیں ہیں اتنا اچھا کھانا بناتی ہے علوینہ۔ اور ایک میری بیوی ہے جس کو میں خود بنا کر کھلاتا ہوں۔" زریاب نے بریانی چکھتے ہوئے زنجبیل کو چڑایا تھا۔

"میں کھانا اچھا بناتی ہوں وہ علیحدہ بات ہے کہ تمہیں وہ ہضم نہیں ہوتا ہنہ۔" زنجبیل نے ناک سکوڑی تھا۔

"نہیں اچھا بناتی ہے میری نند کھانا۔" سارہ نے اس کی سائیڈ کی تھی، جس پہ زنجبیل کھلے دل سے مسکرائی تھی۔ خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد وہ کافی دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے

تھے۔ گیارہ بجے کے قریب زریاب اور زنجبیل گھر کے لیے نکل گئے تھے۔ سارہ اور اریب کو وہ ان کے کمرے تک چھوڑ دی تھی۔ عزیز پہلے ہی سو چکا تھا۔ علوینہ سارا کام سمیٹ کر کمرے میں آئی تھی۔ جب اس کی نظر بیڈ پہ بیٹھے عقیف پہ پڑی تھی جو ہاتھ میں کتاب تھامے ورق گردانہ میں مصروف تھا۔

"علوینہ"۔ اس کے پکارنے پہ وہ متوجہ ہوئی تھی۔

"تم نے ڈائری لکھنا کیوں چھوڑ دی ہے؟" اس نے شیشے میں اس کا عکس دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"یہ ڈائری پریشانی میں لکھتی تھی اور جب سے آپ سے ملی ہوں میری پریشانیاں کم ہو گئی ہیں۔" اس نے جیولری اتار کر سنگھار میز پہ رکھی اور بالوں میں برس چلانے لگی۔

"ویسے مجھے بہت فائدے ہوتا تھا تمہاری ڈائری کا، ہر چیز کا پتہ چل جاتا تھا۔" عقیف نے نکھ ونگ کی تھی، جس پہ علوینہ نے اسے گھورا تھا۔

"ویسے میں نے ابھی بھی ڈائری کی وجہ سے معاف نہیں کیا آپ کو۔" اس نے بالوں کو ر ف بن میں تبدیل کر دیا اور اپنا ناٹ ڈریس لیتی ہوئی واشروم میں غائب ہو گئی۔ جبکہ پیچھے عقیف کا قبضہ کمرے میں گونجا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اگلی صبح ان سب نے راول جھیل کے کنارے پکنک پلین کی تھی۔ ناشتے کے بعد وہ سب نکل پڑے تھے۔ بارہ بجے کے قریب وہ سب پہنچ چکے تھے۔ زنجبیل اور زریاب کی گاڑی پارکنگ میں رکی۔ وہ سب ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے آتے ہی وہ سامان لے کر جھیل کے کنارے پہنچے تھے۔ پکنگ باسکٹ

پکڑے وہ علوینہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ٹراپکل شرٹ پہنے، شیڈز چڑھائے وہ مسکراتا ہوا وجیہہ لگ رہا تھا۔

"ویسے دادو کو بھی آجانا چاہیے تھا ہمارے ساتھ؟" علوینہ نے اس کی چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "ہاں ان کو کہا تھا میں نے، بس وہ شروع سے گھر میں اپنی کتابوں کے ساتھ رہنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔" عقیف نے کندھے اچکاتے ہوئے اسے بتایا تھا۔

"ویسے کتابیں انسانوں سے بہتر ہیں۔" سیاہ بالوں والی لڑکی نے تبصرہ کیا تھا۔

"انسان بھی اچھے ہوتے ہیں۔" اس نے احتجاج کرنا چاہا۔

"ہاں ہوتے ہیں مگر کتابوں میں لکھے الفاظ ہمیں کاٹتے نہیں ہیں بلکہ کاٹے ہوئے زخموں کو سی دیتے ہیں اور انسانوں کے کہے الفاظ سلائی ہوئے زخموں کو بھی اڑھیر دیتے ہیں۔" اس کی سبز آنکھوں میں بہت کچھ ایک ساتھ ابھرا تھا۔

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن جیسے ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا ویسے ہر کتاب بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"ہممم! یہ قدرت کا قانون ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ پونی ٹیل میں بندھے بال بھی جھولے تھے۔ پنک میٹ پہ کھانے پینے کی اشیاء رکھی گئی تھیں۔ کھانا وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ کھیلنے میں مصروف تھے۔

زنجبیل نے زریاب کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور زور زور سے گھما دیا۔

"آئے ظالم کون سا بدلا لے رہی ہو؟" وہ چکراتے ہوئے سر کے ساتھ چیخا تھا۔

"اس سے زیادہ چکر تمہاری بیٹی مجھے دن میں دیتی ہے۔" وہ ہنستی ہوئے بولی تھی۔

"کیا ہو گیا، اب اس کا بدلا بھی مجھ معصوم سے لے رہی ہو۔" اس کے معصوم کہنے پہ سب نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔

"زریاب اب پکڑ بھی لو، یا صرف باتیں ہی کرنی ہیں۔" عقیف نے اس کو باتیں کرتا دیکھ کر کہا تھا۔ سارہ بچوں کے پاس بیٹھی تھی۔ جبکہ باقی سب چھوٹے بچوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

"زنجبیل۔۔۔۔" زریاب نے زور سے کسی کو پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

"ابے سالے! یہ میں ہوں۔" اریب چیخا تھا اور اسے خود سے دور ہٹایا تھا۔

"تم نے مجھے گالی نکالی ہے؟" زریاب نکھوں سے پٹی اتارتا ہوا اس کی جانب بڑھا تھا۔

"ہاں نکالی ہے، جیسی تیری حرکتیں ہیں نہ بندہ گالی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔" اریب نے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"جاؤ بھی ہم نہیں کھیل رہے، کھیلنے سے زیادہ لڑ رہے ہو آپ سب۔" علوینہ ان سب کو دیکھ کر ناراض ہوتی بولی تھی۔

"آؤ چلیں۔" علوینہ نے عقیف کو اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا، جس پہ سب نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ، بہانے کی ضرورت نہیں تھی ویسے۔" اریب نے جان بوجھ کر ان کو تنگ کیا تھا۔ ان کی بات پہ عقیف ہنستا ہوا اس کا ہاتھ گیا تھا اور اپنے ساتھ لیتا ہوا اسے چلنے لگا جبکہ پیچھے وہ دوبارہ سے کسی

بحث میں مصروف ہو گئے تھے۔ وہ دونوں جھیل کے کنارے چل رہے تھے، تھوڑی سی آگے جانے کے بعد وہ دونوں وہیں گھاس پہ بیٹھ گئے تھے۔ ہلکی ہلکی ہوا ان کے بالوں کو چھو کر گزرتی تھی۔

"ایک بات پوچھوں عفیف؟" علوینہ نے اس کی جانب گردن موڑتے ہوئے پوچھا۔

"جی پوچھیں۔" اس نے پانی کی لہروں پہ آنکھیں جماتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟" اس نے ہتھیلی پہ ٹھوڑی جماتے ہوئے پوچھا تھا وہ جانتی تھی اس کا سوال بچکانہ ہے۔ اس کی بات پہ عفیف سلیمان بے ساختہ مسکرایا تھا اور وہ اچانک سے اپنے سوال پہ نجل ہوئی تھی۔

"جتنی اس پانی میں آکسیجن موجود ہیں اتنی۔" اس نے جھیل کے پانی کی جانب اشارہ کیا تھا اس کی بات پہ علوینہ گردن پیچھے پھینکتی ہوئی ہنسی تھی۔

"ہنسو نہیں۔ اس میں لاتعداد آکسیجن مالیکیول ہوں گے۔" اس نے علوینہ کو گھورا تھا جو اس کے جواب پہ ہنستی جارہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اصل میں یہ تھوڑا سا سائنسی جواب ہو گیا نہ۔ اس لیے بس۔ "اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا جس پہ عفیف بھی ہنسا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا اس کی آخری کرنیں پانی سے ٹکرا کر اس کی آنکھوں میں پڑ رہی تھیں۔ اور وہ محو سا اس کی سبز آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں؟ ان کو بیان کرنے کو میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اگر یہ الفاظ میں بیان ہو جائیں تو یہ خاک خوبصورت ہیں۔" اس نے جذب سے اس کی آنکھوں کو دیکھا تھا جس پہ علوینہ جھنپی تھی۔

"ایک ہی دل ہے کتنی بار جیتو گے؟" اس نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پہ سر ٹکا دیا تھا۔ پرندے اڑ کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔

"جب تک زندہ ہوں تمہارا دل جیتتا رہوں گا۔" اس نے آسمان پہ اڑتے پرندوں کو دیکھا۔

"تم پہلے ہی جیت چکے ہو۔" اس کے چہرے پہ دل فریب سی مسکراہٹ تھی۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے ڈنر کیا تھا۔ اریب اور سارہ لوگ لاہور کے لیے نکل گئے تھے۔ علوینہ عقیف گھر آگئے تھے۔

آسمانی رنگ کے ملگجے لباس میں ملبوس، بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنائے وہ ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ زینیا اس کے پاس ہی اپنی چیئر پہ بیٹھی تھی۔ کچن میں ناشتہ کی انتہا انگیز خوشبو پھیلی رہی تھی۔

"زینی دھیان سے کھاؤ۔۔۔ نیچے مت پھینکو؟" زنجبیل نے اس کو چمچ سے کھیلتے دیکھ کر بولا تھا وہ کھیر کھانے سے زیادہ خود پہ گرا رہی تھی۔

"میں نہیں گرا رہی۔" اس نے چمچ منہ میں ڈالتے ماں کو جواب دیا تھا۔

"زریاب آجاو ناشتہ بن گیا ہے۔" اس نے چائے کپوں میں ڈالتے ہوئے اسے آواز دی تھی جو ناجانے کہاں مصروف تھا۔

"زینی میں تمہیں کچرے میں پھینک آؤں گی، تم وہیں رہنا ڈیزرو کرتی ہو۔" زنجبیل اس کے ہاتھ صاف کرتی ہوئی بولی تھی جبکہ زینیا محزوز ہوتے ہوئے ماں کو دیکھ رہی تھی۔

"بھئی کیا ہو گیا ہے جو اس معصوم کو ڈانٹ رہی ہو؟" سفید ڈریس شرٹ پہنے وہ نک سک سا تیار پگن میں داخل ہوا تھا۔

"یا خدا یا اگر یہ معصوم ہے تو پھر بد معاش پتہ نہیں کیسے ہوتے ہوں گے۔" زنجبیل نے گہرے سانس لیتے ہوئے اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔

"ویسے یہ تمہارے بچپن کا ہی ویژن ہے، تم بھی ایسی ہی تھی۔" زریاب اس کو تپاتا ہوا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"آف! ماما کی ہی حوصلہ تھا جو مجھے برداشت کرتی تھیں۔" اس نے جھر جھری لی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ جبکہ زینیا دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی، یہ اس کا پسندیدہ کام تھا گند پھیلانا بقول زنجبیل کے۔

"میں بھی تمہیں برداشت کرتا تھا، جتنے بال بچپن نے تم نے میرے کھینچے تھے، آج میں گنجا ہوتا اگر ماما مجھے آئل نہ لگاتی تو۔" زریاب نے ہنستے ہوئے بریڈ پہ جیم لگا کر اپنی بیگم کے سامنے رکھا تھا جو اسے کھانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"خیر تمہاری حرکتیں ہی ایسی تھیں میرا کیا قصور۔" زنجبیل نے بریڈ کترتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"ہم حرکتیں تو میڈم آپ کی بھی کچھ خاص اچھی نہیں تھیں، چھوٹی سی بات پہ ناراض ہو جاتی تھیں۔" زریاب ہنستا ہوا پرانی باتیں یاد کر رہا تھا۔

"اچھا اچھا اب باتیں بنانا بند کرو، آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" زنجبیل نے اس کا دھیان بٹایا، اس سے پہلے وہ اس کے کارنامے سنا کر شرمندہ کرتا۔



"تمہیں یاد ہے تم نے کہا تھا کہ گجرے نہیں لائے تو قاضی کو بھی نہ لانا۔" زریاب نے اس کو یاد کروایا تھا جس پہ زنجبیل نے بھرپور دانتوں کی نمائش کی تھی۔

"ہاں یاد ہے۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ویسے اگر میں گجرے نہ لاتا تو تم نے واقع نکاح نہیں کرنا تھا کیا؟" زریاب نے دونوں کہنیاں میز پہ ٹکاتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ہاں میں سیریس تھی۔ پھولوں اور گجروں پہ نوکپر ومانز۔" اس نے جلی کٹی مسکان اچھالی تھی۔

"آہ زینہ دیکھو زرا اپنی ماں کو۔۔۔ اف مجھے یقین نہیں آتا۔" اس نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا تھا، جس پہ زینہ کھکھلائی تھی جیسے اسے باپ کی ساری بات سمجھ آگئی تھی۔ اس نے زینہ کے دونوں گال باری باری چومے اور پھر اپنی بیوی کے سر پہ بوسا دیتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"شام کو گجرے لاؤں گا پ کے لیے میڈم۔" اس نے ہاتھ ماتھے پہ رکھتے ہوئے سلام کی اور کچن سے نکل گیا جبکہ زنجبیل ہنستی ہوئی برتن اٹھانے لگی۔ کچن صاف کرنے کے بعد اس نے زینہ کے کپڑے تبدیل کیے اور آفس کے لیے تیار ہو کر نکل گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KEEL

آفس میں ہمیشہ کی طرح چہل پہل تھی، علوینہ اور زنجبیل کا بزنس بہت اچھا جا رہا تھا۔ زنجبیل کے انگلی تھامے سیاہ فراک میں ملبوس زینہ چلتی جا رہی تھی۔ جو سامنے اپنی خالہ کو دیکھ کر ماں کا ہاتھ چھوڑتی ہوئی بھاگی تھی۔

"آہ خالہ کی پرنس۔" علوینہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اسے خود میں بھیجنا تھا۔

"خالہ۔" زینیا دو سال کی تھی، اس نے جلدی بولنا سیکھ لیا تھا۔ اس کی بے ربط باتیں صرف چند لوگوں کو ہی سمجھ آتی تھیں۔

"علوینہ ایک کام کرو اس کو نہ تم ہی رکھ لو۔" علوینہ نے زینیا کو گود میں اٹھایا تھا۔ زنجبیل اپنی ورکنگ چیز پہ بیٹھ گئی تھی۔

"ہاں تو دے دو اتنی پیاری پرنسس کس کو نہیں چاہیے۔" علوینہ نے اس کی چھوٹی سی ناک دبائی تھیں جس پہ وہ کھکھلائی تھی۔

"آف یہ اتنا تنگ کرتی ہے مجھے۔۔۔" زنجبیل نے لیپ ٹاپ کھولا۔

"ہاں تو تمہارا علاج ہے، تم کون سا کم تنگ کرتی ہو مجھے۔" علوینہ نے فوراً سے اپنی بھانجی کی طرف داری کی تھی۔

"جاو بھی تم خالہ بھانجی سے کوئی نہیں بحث کر سکتا۔" زنجبیل نے چڑتے ہوئے کہا تھا۔

"آو زینیا میرے آفس میں چلتے ہیں آپ کو چاکلیٹ بھی دیتی ہوں۔ آپ کی ماما تو پاگل ہیں۔" علوینہ اپنی دھن میں کہتی ہوئی اسے اپنے فس کی جانب لے گئی تھی۔ جبکہ زنجبیل پیچھے نفی میں سر ہلاتی رہ گئی تھی۔ لنچ بریک میں علوینہ زنجبیل کے پاس ہی تھی۔

"ماما۔۔۔ میں جارا اوں۔" زینیا علوینہ کی انگلی تھامے اپنی زبان میں بولی تھی۔

"زنجبیل میں عفیف کے آفس میں جارہی ہوں، لنچ اس کے ساتھ کروں گی۔ اور زینیا بھی ساتھ جارہی ہے۔" علوینہ نے اسے اطلاع دی تھی۔

"یہ تم دونوں کو تنگ کرے گی؟" زنجبیل نے اپنے نمونے کی جانب اشارہ کیا تھا جو خالہ کی انگلی پکڑے دانت نکال رہی تھی، عفیف انکل تو اس کے فیورٹ تھے۔

"عفیف کو خوشی ہوگی زینیا اس کے ساتھ لہج کرے گی۔" علوینہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ زینیا نے زور زور سے سر ہلایا تھا۔

"ٹھیک ہے لے جاو۔" زنجبیل نے اس کو اجازت دی تھی۔ علوینہ اس کو ساتھ لیتی ہوئی گاڑی میں آگئی۔ آدھے گھنٹے بعد وہ عفیف کے ساتھ ریسٹورنٹ میں موجود تھیں۔ زینیا عفیف کے ساتھ چپک کر بیٹھی تھی۔ اور اپنے فرائز کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔

"آفس کیسا جارہا ہے؟" علوینہ نے پاستہ میں چبچ گھماتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اچھا جارہا ہے۔" عفیف نے مسکراتے ہوئے اپنی بیگم کو دیکھا تھا جو دن بہ دن اور نکھرتی جا رہی تھیں۔ نیوی بلو کرتا پہنے، سفید سٹالر گلے میں ڈالے بالوں کو ہمیشہ کی طرح میسی بن میں سمیٹا ہوا تھا اور سبز نکھوں میں ہلکا سا کاجل اسے حسین بنا رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" علوینہ نے عفیف کی نظریں خود پہ محسوس کی تھیں۔

"دن بہ دن پیاری ہوتی جا رہی ہو، خیریت؟" اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں بس کوئی میرا خیال رکھتا ہے اس لیے۔" اس نے مسکراتے ہوئے چبچ منہ میں ڈالا تھا۔

"اوہ کہیں وہ کوئی، یہ بندہ ناچیز تو نہیں۔" اس نے ہلکا سا ہنستے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ہاں دکھتا تو ایسا ہی ہے۔" علوینہ نے اس کو تنگ کیا تھا۔ زینیا غور سے ان دونوں کو باتیں کر رہا دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں اس کے پسندیدہ ترین لوگوں میں شامل تھے۔ جس کو وہ تنگ کرنا پسند نہیں کرتی تھی ورنہ اتنی دیر تک وہ سکون سے کبھی نہیں بیٹھتی تھی۔

"زینی بیٹے کو کچھ اور کھانا ہے؟" عفیف نے اس کے بال سہلاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یس۔" اس نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے سر ہلایا تھا جس کا مطلب عقیف بہت اچھے سے سمجھتا تھا۔

"چلو آؤ چلیں آسکریم کھاتے ہیں۔" عقیف نے بل پے کرتی ہوئے اسے گود میں اٹھایا۔ علوینہ اپنا بیگ لیتی ہوئی ان کے پیچھے چل دی تھی وہاں سے فارغ ہونے کے بعد علوینہ اسے لے کر اپنے آفس واپس آگئی تھی اور عقیف اپنی میٹنگ اٹینڈ کرنے چلا گیا تھا۔

آج وہ آفس سے جلدی واپس آگئی تھی، دوپہر کا کھانا تیار کرنے کے لیے وہ کچن میں گھسی تھی، کھانا بنانے کے بعد وہ شاور لینے کے لیے چلی تھی، وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں میں برش پھیر رہی تھی جب اسے اچانک سے زینیا کا خیال آیا تھا۔

"زینیا۔۔۔" وہ اسے آواز دے رہی تھی، جواب ندارد۔ اس نے زینیا کے کمرے میں جھانکا، خالی کمرہ اسے منہ چڑھا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"زینی۔۔۔" اس نے ایک بار پھر آواز دی تھی، زنجبیل کو اچانک سے فکر لاحق ہوئی تھی۔ ورنہ وہ اس کی ایک آواز پہ ماما کرتی آجاتی تھی۔ زنجبیل نے اس کو پورے گھر میں ڈھونڈ لیا تھا مگر وہ غائب تھی۔

"زریاب کیا تم گھر آسکتے ہو؟" اس نے ادھر ادھر ٹھلٹے ہوئے اسے کہا تھا۔

"کیا ہوا ہے زنجبیل خیریت؟" دوسری جانب سے فکر مند آواز ابھری تھی۔

"وہ زینیا گھر پہ نہیں ہے، پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔" اس نے ناخن منہ میں ڈالتے ہوئے زریاب کو بتایا تھا۔

"واٹ۔۔۔ تم اس کو دیکھو یہیں ہو گی، ڈھائی سال کی بچی اکیلے کہاں جائے گی۔" وہ کہتا ہوا جلدی سے اپنے آفس سے نکلا تھا۔ اور دس منٹ میں گھر پہنچ چکا تھا۔ بیل بجنے پہ زنجبیل نے دروازہ کھولا۔

"زنجبیل تم نے پورے گھر میں دیکھا ہے نہ؟" زریاب نے اس سے ایک بار پھر پوچھا تھا۔

"ہاں میں نے اسے پورے گھر میں دیکھ لیا ہے۔ میں کھانے بنانے کے بعد شاور لینے گئی تھی اس کے بعد دیکھا تو وہ مل نہیں رہی۔" زنجبیل نے روہانسی ہوتے ہوئے بتایا تھا۔

"اچھا پریشان نہیں ہو، یہیں ہو گی کہیں پہ۔" زریاب نے آس پاس کے سبھی گھروں میں چیک کر لیا تھا وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ ان دونوں کو فکر ستائے جا رہی تھی۔

"زریاب عقیف کو کال کرو کہیں ان کے ساتھ تو نہیں۔" زنجبیل نے اسے کہا تھا۔

"ان کے ساتھ کیسے ہو گی، اگر وہ لے کر جاتے تو ہمیں ضرور بتاتے۔" زریاب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ اس نے اور برا منہ بنایا تھا۔ دوپہر سے شام ہو گئی تھی مگر زینیا کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔

"ہیلو عقیف! کیا زینیا تک لوگوں کی طرف ہے؟" زریاب نے اس سے پوچھا تھا۔

"نہیں زینیا تو نہیں ہے یہاں۔" عقیف نے اسے بتایا تھا۔

"یار وہ دوپہر سے غائب ہے پتہ نہیں کدھر ہے؟" زریاب کی آواز سے اس کی فکر مندی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

"اچھا تم نے چیک کیا کسی دوست کے گھر تو نہیں۔" عفیف نے اس سے کہا تھا مگر اچانک ہی کسی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔

"فیف خالو! میری چاکلیٹ۔" وہ علوینہ کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔

"عفیف یہ زینیا کی آواز ہے نہ تمہارے پیچھے۔" زنجبیل نے فوراً سے پوچھا تھا۔ کیونکہ فون سپیکر پہ تھا۔  
 "نہیں یار کیا ہو گیا ہے، زینی بے بی تو نہیں آئی یہاں۔" عفیف نے آنکھ ونک کی تھی۔ جس پہ زینیا اور علوینہ نے ہنسی دبائی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" زریاب نے کہتے ہوئے کال کاٹ دی تھی۔ وہ گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے نکلا تھا، زنجبیل بھی اس کے پیچھے ہی نکلی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں عفیف کے گھر پہ موجود تھے۔

"زینیا کی بچی۔" زنجبیل نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر دانت پیسے تھے جو سکون سے عفیف کے ساتھ چپک کر اس کے لیپ ٹاپ پہ کارٹون دیکھ رہی تھی۔ اپنی ماں کی آواز پہ اس نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔  
 "یہ یہاں کیسے پہنچی؟" زنجبیل نے دانت پیستے ہوئے علوینہ اور عفیف کو دیکھا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE  
 "اس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ میری بیٹی کو ڈانٹا کیوں تھا تم نے؟" علوینہ نے ہاتھ باندھتے ہوئے اپنی دوست کو گھورا تھا۔

"میں نے اسے کب ڈانٹا ہے۔" زنجبیل نے اپنے نمونے کو آنکھیں دکھائی تھیں جو عفیف کے ساتھ لپٹ گئی تھی۔

"زینیا کو آنکھیں دکھانا بند کرو اور مجھ سے بات کرو۔" علوینہ نے زنجبیل کو گھورا تھا۔

"میں نے اسے نہیں ڈانٹا۔" زنجبیل نے بے بسی سے بولا تھا۔

"زینی بیٹے آپ بتاؤ۔" علوینہ نے زینیا کی جانب دیکھا تھا۔

"ڈانٹا تھا ماما نے، کہہ رہی تھیں زینی میں تمہیں کچرے میں پھینک دوں گی، اور کہہ رہی تھیں زینیا کو میں گھر سے آؤٹ کر دوں گی۔" اس نے اپنی باریک سے آواز میں زنجبیل کی پھر پور نقل اتاری تھی۔ جس پہ عفیف اور زریاب دونوں کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ اور علوینہ نے بھی ان کا ساتھ دیا تھا۔

"یا خدا یا یہ کون سا نمونہ پیدا کر دیا میں نے؟" زنجبیل نے اس کو دیکھ کر اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

"میری بات دھیان سے سن لو زنجبیل بیگم! آئندہ اگر آپ نے میری بیٹی کو ڈانٹا یا اس کو کچرے میں پھینکنے کا کہا تو میں اسے کیڈنیپ کر لوں گی اور پھر تمہیں واپس نہیں کروں گی۔" علوینہ نے اسے وارن کیا تھا جس پہ زینیا نے ہنستے ہوئے اپنی خالہ کو دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے نہیں کہتی میں اسے کچھ۔" زنجبیل دونوں ہاتھ بلند کرتی ہوئی صوفے پہ گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی۔

"اچھا یہ ادھر پہنچی کیسے تھی؟" زریاب نے زینیا کو گود میں بٹھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں آفس میں تھا جب مجھے کال آئی تھی۔" عفیف نے اسے بتایا۔ زینیا نے زنجبیل کی فیورٹ لیپ سٹک سے دیوار پہ نقش و نگار بنائے تھے جسے دیکھ کر زنجبیل کا پارہ ہائی ہو گیا تھا۔

"زینیا میں تمہیں کچرے میں پھینک دوں گی، یہ کیا کر دیا تم نے۔" وہ چیختی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" زینیا نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"زینیا فوراً اپنے کمرے میں جاؤ۔" زنجبیل نے غصے سے کہا تھا جس پہ وہ اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی، زنجبیل نے گہرا سانس لیا اور کچن میں چلی گئی، یہ تو روز کا تماشہ بن گیا تھا۔

"میں فیف خالو کو کال کروں گی مجھے لے جائیں۔" وہ خود کلامی کرتی ہوئی اپنے کمرے سے نکلی تھی اور اس کو مطلوبہ شے مل بھی گئی تھی، زنجبیل کا فون میز پہ پڑا تھا۔ زینیا عقیف کے نمبر پہ کال کر چکی تھی وہ اپنی عمر کے بچوں کی نسبت زیادہ شارپ تھی۔

"فیف خالو۔۔"

"زینی بیٹا! کیسی ہو؟" عقیف اس کی آواز سن کر مسکرایا تھا۔

"فیف! ماما نے مجھے ڈانٹا، مجھے آپ کے گھر جانا اے۔" اس نے اپنا رونا رویا تھا۔

"اوہ میرا بچہ! میں آتا ہوں آپ کو لینے۔" عقیف نے اسے پیار سے کہا تھا، علوینہ بھی اس کے ساتھ ہی سن رہی تھی۔ چلو آؤ اس کو لے کر آتے ہیں اور زنجبیل کو نہیں بتانا کہ وہ ہمارے ساتھ ہے زرا مزہ دکھائیں ہر وقت میری بچی کو ڈانٹی رہتی ہے۔ وہ دونوں اسے پہ کر کے تھے اور دوپہر سے مزے اڑا رہی تھی اپنے فیورٹ خالہ اور خالو کے ساتھ۔

"اوہ خدایا! مجھے یقین نہیں آتا۔" زریاب نے ہنستے ہوئے اپنے نمونے کو دیکھا تھا۔

"خیر زینیا کو بہت مزہ آیا۔" علوینہ نے ہنستے ہوئے بتایا تھا۔

"ماما کی جان ادھر آو۔" زنجبیل نے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ جس پہ وہ چپ چاپ اس کی جانب چلی گئی تھی۔

"میں نے غصے میں کہا تھا اور پ سچ میں گھر سے آگئیں۔ بری بات میں کتنا پریشان ہو گئی تھی جانی۔ آئندہ ایسے نہیں کرنا۔" زنجبیل نے اس کو چومتے ہوئے سمجھایا تھا جس پہ زینیا نے زور و شور سے سر ہلایا تھا جیسے وہ اس کی بات سمجھ گئی تھی۔

"چلو آؤ کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔" علوینہ نے ان سب کو کہا تھا۔



"ہاں چلو ویسے بھی دوپہر سے تمہاری لاڈلی کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا ہم نے۔" زنجبیل نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا جس پہ علوینہ ہنسی تھی۔

"ویسے تمہی سہی سزا ملتی ہے۔" علوینہ اس کو رنگ کرتی ہوئی، لاونج سے نکلی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ گھر کو نکلے تھے۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ آج ان سب کو لاہور کے لیے نکلنا تھا۔ عزیر کی چوتھی سالگرہ تھی۔ زینیا نے آدھا سفر علوینہ کے ساتھ کیا تھا اور آدھا اپنی گاڑی میں۔ لاہور پہنچ ہو کر علوینہ مجتبیٰ ہاؤس گئی تھی۔ اور زنجبیل لوگ بیگ ہاؤس۔

"اسلام علیکم!" علوینہ نازیہ بیگم کے گلے ملی تھی۔ نازیہ بیگم ابھی بھی ویسی تھیں۔  
 "وعلیکم السلام! بہت دیر بعد چکر لگایا تم دونوں نے۔" وہ اس سے الگ ہوتی ہوئی عقیف سے ملی تھیں۔  
 "بابا کدھر ہیں اور ارید؟" علوینہ نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"تمہارے بابا کسی دوست سے ملنے گئے ہیں اور ارید کچن میں ہے۔" نازیہ بیگم نے اسے بتایا تھا۔  
 "اوووو آج تو بڑے بڑے لوگ تشریف لائے ہیں۔" ارید لاونج میں داخل ہوتا بولا تھا اور عقیف سے بغل گیر ہوا۔

"ہینڈسم ہو گئے ہو۔" عقیف نے اسے چھیڑا تھا۔

"نہیں یار، آپ مجھ سے زیادہ ہینڈسم ہیں۔" ارید نے ہنستے ہوئے کہہ دیا تھا۔

"چھوٹو۔" علوینہ نے جان بوجھ کر اس کے بال بکھیرے تھے، جس پہ اس نے منہ بنایا تھا۔

"کاش میں تم سے پہلے پیدا ہو جاتا۔" ارید نے بیچارا سا منہ بنایا تھا۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد وہ دونوں اپنے کمرے میں آرام کرنے کی نیت سے چلے گئے تھے۔ اگلی شام وہ سب سارہ کے گھر کے لیے نکلے تھے۔ برتھ ڈے کا انتظام لان میں ہی کیا گیا تھا، سکائے بلو اور وائٹ تھیم کا ڈیکور خوبصورت تھا۔ چار سالہ عزیز بیگ سجائے بلو پرنس کوٹ پہنے چھوٹا سا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔

"وینہ خالہ آگئیں۔" اس نے سامنے سے سفید میکسی میں ملبوس، بالوں کو سیدھا کر کے کمر پہ ڈالے۔ علوینہ کو آتے دیکھ کر چیخا شروع کر دیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا علوینہ سے لپٹا تھا، علوینہ نے اس کے گال چومے تھے۔ "میرا شہزادہ بیٹا کیسا ہے؟" علوینہ نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ فیف نہیں آئے؟" اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا تھا۔ "وہ گاڑی سے آپ کے گفٹس نکال رہے ہیں۔" اتنی دیر میں وہ سفید ڈریس شرٹ پہ سکائے بلو کوٹ پہنے ہاتھوں میں بیگ پکڑے اندر داخل ہوا تھا۔

"ہیلو! مسٹر عزیز۔" عقیف نے اس کو مخصوص انداز میں مخاطب کیا تھا۔ جس پہ وہ علوینہ کو وہیں چھوڑتا اس کی جانب بھاگا تھا۔ عقیف سے ہگ کرنے کے بعد وہ علیحدہ ہوا تھا۔

"میں نے آپ کو مس کیا" چار سالہ عزیز نے اس کو بتایا تھا جس پہ وہ ہنسا تھا۔

"بس انکل کو ہی مس کیا تھا، خالہ گئی بھاڑ میں؟" علوینہ نے منہ بناتے ہوئے اپنے بھانجے کو دیکھا تھا جو فوراً سے پارٹی بدل گیا تھا۔

"نہیں میں نے آپ کو بھی مس کیا تھا۔" اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے دانتوں کی نمائش کی تھی۔ عقیف نے اس کو گود میں اٹھالیا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئے تھے۔

"اسلام علیکم"! علوینہ نے زور سے سلام لی تھی اور سارہ کے گلے ملی تھی۔

"وعلیکم السلام! آگئی تمہیں بہن کی یاد۔" سارہ نے اس کے گلے لگتے ہوئے گلہ کیا تھا۔ عقیف اریب سے گلے ملا تھا۔ اچانک سے زینیا نے زور دار چیخ ماری تھی۔ سب نے حیرت سے اس وائٹ فرائڈ والی بچی کو دیکھا تھا۔ جو ناجانے کیوں چیخی تھی۔

"زینیا کیا ہوا؟" اریب نے حیرت سے اپنی ڈھائی سالہ بھانجہ کو دیکھا تھا۔ جو ناجانے کیوں عجیب سے تاثرات لیے کھڑی تھی۔ اس کی نگاہوں کا مرکز عزیر تھا۔

"قیف خالو میرے ہیں، زیر نیچے اترو۔" زینیا نے عقیف کی گود میں موجود عزیر کے پاؤں کھینچنے شروع کر دیے تھے۔

"زینی بری بات۔" زنجبیل نے اس کو پکڑ کر پیچھے کیا تھا۔

"زینی وہ میرے بھی خالو ہیں۔" عزیر نے آرام سے اس چھوٹی آفت کو سمجھانے کی کوشش کی تھی، جو زور شور سے رو رہی تھی۔ اور اس ٹائم عقیف کی گود کے لیے دونوں لڑ رہے تھے۔

"زینیا لڑو نہیں۔" زریاب نے اسے ڈپٹا تھا۔

"زینی ادھر آجاو آپ بھی۔" عقیف نے اس کو ایک بازو میں اٹھالیا تھا۔

"عزیر آپ میرے پاس آجاو۔" زریاب نے جان بوجھ کر عزیر کو عقیف سے لیا تھا، جس پہ ایک بار پھر سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔

"وہ میرے بابا ہیں۔۔۔" ایک اور زوردار چیخ، جس پی سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ عزیر بیچارہ اس جنگ سے تنگ آتا زریاب کی گود سے اتر گیا تھا۔

"نانا۔۔۔" اتنی دیر میں مجتبیٰ صاحب اور نازیہ بیگم بھی آگئے تھے، اور ان کے پیچھے ہی ارید بھی اندر داخل ہوا تھا۔ عزیر آرام سے اب اپنے نانا کی گود میں بیٹھا تھا، اور زینیا ابھی تک عقیف کے ساتھ چپک کر بیٹھی تھی۔ علوینہ کو بار بار اس پر ہنسی آرہی تھی۔

"وینہ یار میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ یہ کیا نمونہ پیدا کر دیا ہے میں نے۔" زنجبیل اس کے ساتھ صوفیہ پہ بیٹھی تھی، سکائے رنگ کا کرتا پاجامہ پہنے، چہرے پہ ہلکا سا میک اپ، وہ پہلے سے اور زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی۔

"یہ نمونہ ویسے ہے بڑا کیوٹ۔" علوینہ نے ہنستے ہوئے تبصرہ کیا تھا، جس پہ زنجبیل ہنسی تھی۔ کیک کٹنگ ارمنی کے بعد ان سب نے ایک ساتھ ڈنر کیا تھا۔ اور اب چائے کا دور دورہ چلا رہا تھا۔ مرد حضرات ڈرائنگ روم میں بیٹھے سیاست کھول کر بیٹھے تھے۔

اور عورتیں سب لاؤنج میں بیٹھیں اپنے پسندیدہ ٹاپکس پہ گفتگو کر رہی تھیں۔ زینیا اور عزیر کارپٹ پہ بیٹھے ہوئے کھلونوں سے کھیل رہے تھے، عزیر شریف النفس بچہ تھا جبکہ زینیا اس کے برعکس انتہائی شریر تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ماما زیر مجھے تنگ کر رہا ہے؟" زینیا نے اپنی ماں کو آواز دی تھی، جو علوینہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔

"بیٹے مجھے پتہ ہے کون کس کو تنگ کر رہا۔" زنجبیل نے اس کو گھورتے ہوئے کہا تھا جس پہ اس نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔

"علوینہ زرا لان میں آنا۔" عقیف نے اسے ٹیکسٹ کیا تھا۔ وہ اس کو جواب دیتی ہوئی لاؤنج سے نکلی تھی۔ لان میں پہنچ کر اس نے دیکھ لیا تھا جہاں پہ عقیف کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"جی۔" علوینہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ جس پہ عفیف نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔ علوینہ نے نا سمجھی سے پہلے اس کے ہاتھ کی جانب دیکھا اور پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ عفیف نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟" علوینہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کہیں چلتے ہیں۔" عفیف اس کے ساتھ گھر کا گیٹ عبور کر چکا تھا، باہر سڑک پہ سٹریٹ لائٹ رینگ رہی تھی اور لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس وقت سنسان سڑک پہ وہ دونوں آرام سے ٹہل رہے تھے۔ سرسراتی ہوا اس کے بالوں کو چھو رہی تھی اور بال بار بار اڑ کر علوینہ کو تنگ کر رہے تھے۔

"کتنا سکون ہے نہ؟" علوینہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔ اس کا ہاتھ ابھی تک عفیف نے تھام رکھا تھا۔

"ہاں بہت زیادہ، کیونکہ تم ساتھ ہو میرے۔" اس نے معنی خیز نظروں سے اس کو دیکھا تھا جس پہ علوینہ جھنپی تھی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے زندگی مجھے اتنا اچھا ہمسفر دے گی۔" عفیف نے علوینہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن مجھے یقین تھا۔ سب کہتے تھے کہ تم بہت صابر اور تمہیں صبر کا اجر ملے گا۔ اور مجھے اس صبر کے اجر میں آپ سے نوازا گیا۔" علوینہ نے جذب سے اس کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ جس پہ عفیف کو اس پہ بے ساختہ پیار آیا تھا۔

"اور مجھے خوشی ہے کہ قدرت نے مجھے تمہیں دے دیا۔" عفیف نے اس کو زور سے ہگ کرتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ وہ مسکرائی تھی۔ وہ خوش تھی، اور سب سے بڑھ کر مطمئن تھی۔

"مجھے کبھی کبھی اپنی قسمت پہ رشک آتا ہے کہ میرے حصے میں عقیف سلیمان کا ساتھ لکھا گیا ہے۔"

علوینہ اس کے بازو میں بازو ڈال کر چلتے ہوئے کہہ رہی تھی، عقیف نے خود میں سکون کی لہر کو محسوس کیا تھا۔ واک کرنے کے بعد وہ دونوں گھر واپس آگئے تھے۔

سیاہ گیلے بال کمر پہ خشک کرنے کی غرض سے کھلے چھوڑے گئے تھے، پیلے رنگ کا شلوار قمیض پہنے جس پہ سورج مکھی کے پھول بنے تھے، ڈوپٹہ کندھوں پہ پھیلائے وہ سیڑھیاں اترتی دکھائی تھی، جب اچانک سے اس کے پاؤں تھمے تھے۔ اس کی نظروں میں شناسائی کی رمت ابھری تھی۔ وہ کتنے سالوں بعد اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھیں کی چمک ختم ہو چکی تھی۔ مارب نے سامنے سے آتی علوینہ کو ایک نظر دیکھا اور پھر اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے وہ لاونج کی جانب بڑھ گیا تھا۔ علوینہ سست روی سے اندر داخل ہوئی تھی۔ جہاں پہ وہ نازیہ بیگم کے پاس بیٹھا تھا۔

"اسلام علیکم۔" علوینہ سلام لیتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی، جس کا جواب صرف نازیہ بیگم نے دیا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ماما میں اور عقیف تھوڑی دیر کے لیے باہر جارہے ہیں۔ ڈنر ہم باہر ہی کریں گے۔" علوینہ نے نازیہ بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

"اچھا بیٹا یہاں بیٹھو میں زرا چائے بھجواتے ہوں۔ وہ کہتی ہوئی لاونج سے نکل گئی تھیں۔ اب وہاں پہ آمنے سامنے مارب اور علوینہ بیٹھے تھے۔ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس وہ کمزور سالک رہا تھا۔

"کیا کرتے ہو آج کل؟" علوینہ نے بات کا آغاز کیا تھا۔ مارب نے اس کی آواز پہ چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔" اس نے مختصر سا جواب دیا تھا۔

"ہم گریٹ۔ ماما بتا رہی تھیں کہ تم نے شادی نہیں کی دوبارہ؟" علوینہ نے ٹانگ پہ ٹانگ جماتے ہوئے سوال کیا تھا، چہرے پہ بلا کی اطمینانیت تھی۔

"مجھے ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔" مارب کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"ہمم! خیر تمہیں خود کا دھیان رکھنا چاہیے، خالہ پریشان رہتی ہیں تمہاری وجہ سے۔" علوینہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا تھا۔

"تمہیں کیوں فکر ہو رہی ہے؟" مارب نے سوال کیا تھا۔ جس پہ علوینہ نے آبرو سیڑھے تھے۔

"فکر نہیں ہو رہی، انسانیت کے ناطے کہہ رہی ہوں کیونکہ میں تمہاری طرح سنگ دل نہیں ہوں۔" وہ اس پہ طنز کر چکی تھی، کہتی ہوئی وہ صوفے سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"تمہاری بددعا لگی ہے مجھے۔" علوینہ کی پشت کو دیکھتے ہوئے ناجانے کیوں اس کے منہ سے نکال تھا۔

"تمہیں میری بددعا نہیں میرا صبر لگا ہے، کیونکہ میں نے صبر کیا تھا۔" علوینہ نے اس کی جانب دیکھے بنا کہا تھا اور مارب دیکھے بنا بھی جان سکتا تھا کہ اس کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ کا احاطہ تھا۔

"مجھے معاف کر دینا، مجھے اپنے کیے کی سزا بہت اچھے سے مل چکی ہے۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں اور اس دنیا میں اکیلے رہ جانے سے اذیت ناک کوئی شے نہیں ہوتی۔" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ علوینہ بغیر کوئی جواب دیے وہاں سے نکل آئی تھی۔ اوپر کمرے میں آکر اس نے خود کو کمپوز کیا تھا۔ لائٹ سا میک اپ کیا، بال بنائے اور اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی روم سے باہر نکلی۔ عقیف بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا تھا۔

"ماما ہم جارہے ہیں۔" علوینہ نے اونچی آواز میں نازیہ بیگم کو بتایا تھا۔



"فی امان اللہ بیٹا۔" انہوں نے مارب کے پاس بیٹھے ہوئے ہی کہا تھا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے اچھے لگ رہے تھے، مارب نے رشک سے اس کے چہرے کا اطمینان دیکھا تھا۔

"کہاں جانا ہے آپ کو میڈم؟" عقیف نے گاڑی سڑک پہ ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بادشاہی مسجد چلیں۔" علوینہ نے اس سے پوچھا تھا جس پہ عقیف نے شابت میں سر ہلایا تھا۔ گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ دونوں بادشاہی مسجد جارہے تھے، عقیف کے ہاتھ میں علوینہ کا ہاتھ، جس پہ موتیے کے پھول سجے تھے جو عقیف نے تھوڑی دیر پہلے ہی اسے لے کر دیے تھے۔

وہ مسکراتی ہوئی اس کا ہاتھ تھامے چل رہی تھی۔

"میں بچپن میں یہاں آیا تھا آخری بار۔" عقیف نے مسکراتے ہوئے علوینہ کو بتایا تھا۔ ارد گرد ہجوم تھا اور کچھ کھانے پینے کے سٹالز بھی لگے تھے۔

"میں بھی کافی عرصے کے بعد آئی ہوں اور مجھے اچھا لگ رہا ہے۔" علوینہ نے سیڑھیوں پہ کھڑے کیل کو دیکھا تھا جو تصویریں بنانے میں مصروف تھے۔ ان دونوں نے اپنے جوتے اتار کر جمع کروائے اور مسجد کے صحن میں داخل ہوئے۔ علوینہ کو بچپن سے یہ جگہ بہت فیسینیٹ کرتی تھی۔

"عقیف میں آپ کے ساتھ نفل پڑھنا چاہتی ہوں۔" علوینہ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ جس پہ عقیف مسکرایا تھا۔

"ضرور کیوں نہیں۔" وہ دونوں مسکراتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تھے۔ اور شکرانے کے نفل ادا کرنے کے بعد وہ دونوں اب مسجد کی سیڑھیوں پہ بیٹھے ارد گرد گزرتے لوگوں کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ میں آنسکریم کھا رہے تھے۔



"میرا دل مطمئن ہے بہت۔ شکریہ عقیف مشکل عورت میں ہمیشہ میرا ساتھ دینے کے لیے، مجھے سمجھنے کے لیے، اور ہر اس چیز کے لیے جو آپ نے میرے لیے کی، میں زندگی بھر آپ کے احسان کی ممنون رہوں گی۔" سبز آنکھیں سامنے سبزے پہ جمی تھیں۔

"علوینہ مجھے شرمندہ مت کریں، میں نے آپ سے محبت کی ہے اور یہ سب میرا فرض ہے اور باخدا جب تک عقیف سلیمان کی سانسیں چل رہی ہیں وہ آپ کے ساتھ مخلص رہے گا۔" عقیف نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ علوینہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پہ سر رکھ کے آنکھیں موندیں تھیں۔ عقیف نے اس کو دیکھا تھا اور پھر سامنے دیکھنے لگا۔ وہاں سے نکلنے کے بعد وہ دونوں حویلی ریسٹوران کی چھت پہ بیٹھے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں مووی دیکھنے کے لیے گئے تھے۔ اگلی صبح ان کی اسلام آباد روانگی تھی۔

Safar-e-Adab

چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان پہ براجمال تھا، ہلکی ہلکی ہواپتوں میں سرسراہٹ پیدا کر رہی تھی۔ بالکونی کی ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائے وہ کھڑا تھا۔

"آپ کی کافی۔" بلو نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ بالکونی میں داخل ہوئی تھی، ہاتھ میں کافی کے دو مگ تھامے، ایک مگ سیاہ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس عقیف کی جانب بڑھائے تھے۔

"تھینک یو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کپ تھام لیا تھا، علوینہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہو کر چاند تنکے لگی تھی۔

"عقیف میں نے آپ سے ایک کام کہا تھا۔" علوینہ نے گھونٹ بھرتے ہوئے اس سے کہا تھا۔ جو اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"اوہ سوری یار میں بھول گیا۔" اس نے سر کھجاتے ہوئے معذرت خوانی انداز میں کہا تھا۔

"اب آپ میری باتیں بھی بھولنا بھی شروع ہو گئے ہیں۔" اس نے ناراض ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں یار۔ میں سب بھول سکتا ہوں پر تمہیں نہیں بھول سکتا، تمہاری ایک ایک چیز یہاں پہ رقم ہے۔" اس نے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا جس پہ علوینہ مسکرائی تھی۔

"مجھے پتہ ہے عقیف سلیمان مجھے نہیں بھول سکتا۔" اس نے مان سے کہا تھا۔

"اور یہ سبز آنکھیں تو ویسے ہی نہیں بھول سکتا میں۔" عقیف نے اس کے گال کھینچتے ہوئے کہا تھا۔ جس پہ علوینہ ہنسی تھی۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ چاند نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ جو ایک دوسرے کے لیے ہی بنے تھے۔ بس وقت کبھی کبھی ہمیں صحیح انسان تک پہنچانے میں دیر کر دیتا ہے مگر وہ ایک نہ ایک دن پہنچا ضرور دیتا ہے۔

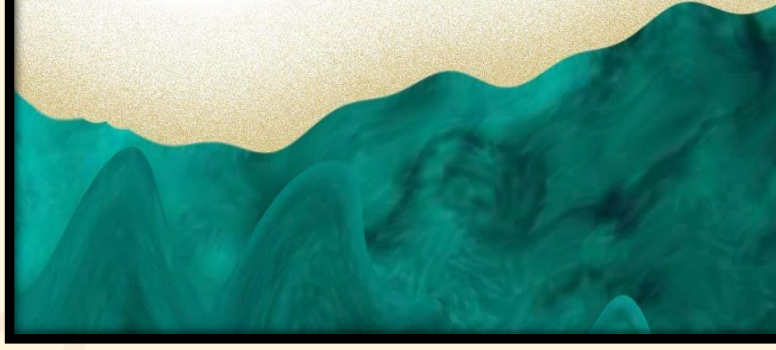
اس شہر میں کتنے لوگ ملے سب بھول گئے کچھ یاد نہیں

اک شخص کتابوں جیسا تھا زبانی یاد ہوا ہمیں

(ختم شد)

# پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ !" "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ !" "سیکھ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکھ !" اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ایسین خانج

☆☆☆

# ابراہیم



# تطمئن القلوب



## دانش آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھائی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجھ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔ وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔



# وراثت

فاطمہ ملک

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنوں گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

## ناول سراغ زندگی کی دس جھلک

اب بھی وہ اپنی سربراہی کر سی پر بیٹھے یہی سب سوچ رہی تھی جب وہ جھنجھلا گئی۔

"کیا ہو گیا ہے ادینا۔۔۔۔۔ تم کیوں اتنا سوچ رہی ہو اس شخص کے بارے میں کون ہے وہ آخر جو تمہاری سوچوں پر ہی قبضہ کر بیٹھا ہے" اس نے کافی کاگک ہاتھ میں لیا تو منہ بنا کر رہ گئی۔

"اف خدا یا پھر سے ٹھنڈی ہو گئی" اس نے جھر جھری لے کر کپ ہاتھ سے سائیڈ پر کیا۔

"تمہیں خود کو کنٹرول کرنا ہو گا۔۔۔۔۔ تم اس آفس کی سی ای او۔۔۔۔۔" ابھی وہ ہاتھ جھلا کر خود کو سمجھا ہی رہی تھی جب دروازے کی دستک نے اس کی ساری ایکٹنگ پر پانی پھیر دیا۔

"کم ان" اور اندر آنے والے شخص کو دیکھ کر اس کو خود کو کی جانے والی تمام نصیحتیں بھاڑ میں چلی گئیں۔

وہ التمش تھا جو بلیک پینٹ کوٹ میں ملبوس بلو فائل ہاتھ میں لیے اندر داخل ہو رہا تھا۔

Safar-e-Ahaly  
BEHIND THE STRING OF YOUR KITE

عریشہ طاہر

سراغ  
زندگی

ادینا کے لیے اس پر سے نظر ہٹانا ہی مشکل ہو چکا تھا  
لیکن اس نے خود کو کنٹرول کیا اور نظریں گھما کر ٹیبل  
کی چیزیں سیٹ کرنے لگی۔ (جیسے اس کی طرف اتنا  
دھیان ہی نہ ہو)۔

"میم۔۔۔ آر یو فری؟"

"ہاں؟۔۔۔ (اس نے سٹپٹا کر اوپر دیکھا)

کیا۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ کچھ کام تھا آپکو "التمش نے  
سنجیدہ چہرے کے ساتھ اسکا یہ سٹپٹا نا نوٹ کیا تھا۔  
(خیر)۔

"آپ فری ہیں ابھی؟"

"یس اف کارس۔۔۔۔ آپ بتائیں وہ فائل تیار ہو  
گئی؟" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے  
اسے بیٹھنے کو کہا۔

"یس پوری ہو چکی ہے"

"زمان ویوز کا پراجیکٹ اب ہم سے کوئی نہیں لے  
سکے گا"

"ان شاء اللہ" اس نے سر کو خم دے کر کہا۔ ادینا  
مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی جو اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا۔

"التمش" ادینا کی پکار نے اسے روکا۔

"یس میم"

"ایک سوال پوچھنا تھا"

"جی؟"

"اگر کوئی کسی کے بارے میں بہت سوچے  
تو۔۔۔۔ تو اسکا کیا مطلب ہوتا ہے بتا سکتے ہیں آپ"  
التمش کو سوال عجیب نہیں لگا۔ وہ اسی سوال کا انتظار  
ہی تو کر رہا تھا شاید ایسا ہی کچھ اور سوال۔

"جب کوئی بہت خاص ہو جائے تو ہی اس کے بارے  
میں سوچا جاتا ہے میم" ادینا نے دونوں بازو ٹیبل پر  
رکھیں اور انگلیاں باہم پھنسا لیں۔

"خاص۔۔۔۔ کیسے خاص؟"

"آسان الفاظ اگر سننا چاہتی ہیں تو وہ یہی ہیں کہ جب  
کوئی کسی کو بہت پسند کرنے لگے تو وہ اس کے بارے  
میں سوچتا ہے۔۔۔۔ کیونکہ سوچا اسی کے بارے میں  
جاتا ہے جس کا احساس ہو۔۔۔۔ جو خاص

ہو۔۔۔۔ غیر ضروری لوگوں کے بارے میں تو کبھی

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں  
کلک کریں۔

[safareadab.com](http://safareadab.com)

نہیں سوچا جاتا "ادینا کے تمام الفاظ گم ہو گئے۔ وہ ایک  
ٹک التمش کا چہرہ دیکھنے لگی۔

التمش کو اس کی نظروں سے الجھن ہو رہی تھی۔ اس  
نے ہلکا سا کھنکار کر ادینا کو پکارا تو وہ چونک گئی۔

"میم۔۔۔ کیا سب ٹھیک ہے؟" اس نے جانچتی  
نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں بلکل۔۔۔ وہ بس۔۔۔ میری ایک دوست  
نے سوال کیا تھا مجھ سے اس بارے میں "التمش نے  
محض سر ہلادیا۔

"اب آپ جاسکتے ہیں التمش اور کل میٹینگ کے لیے  
تیار رہنا۔۔۔ زمانہ راشد کل اسپشلی آئیں گے  
میٹینگ میں "التمش نے مسکرا کر سر ہلایا اور کرسی  
دھکیل کر اٹھا۔

دروازے بند کرتے ہوئے ایک آخری نظر اس کھوئی  
ہوئی ادینا پر ڈالی۔

"کیوں جوزف رانس۔۔۔ تم تو اپنے گھر کی  
عورتوں کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔۔۔ افسوس"  
اس نے کوٹ کا بٹن بند کیا اور شیطانی مسکراہٹ کے  
ساتھ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔



سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب